بسم اللہ الرحمن الرحیم

غذائی مصنوعات میں

حلت وحرمت کے اصول

حضرت مولانا مفتی اختر امام عادل قاسمی

شائع کردہ
مفتی ظفیر الدین اکیڈمی
جامعہ ربانی منورواشریف سمستی پور بہار

نئے غذائی نظام سے پیدا ہونے والے مسائل کو حل کرنے کے لئے چند اصولی مباحث کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے:

انسانی زندگی میں غذا کی اہمیت

☆انسان کی زندگی میں غذا کی سب سے زیادہ اہمیت ہے کہ اسی پر اس کے جسمانی تحفظ کا بھی مدار ہے اور ذہنی وروحانی صحت کا بھی،انسان کی نجی زندگی پر بھی اس کے اثرات مرتب ہوتے ہیں اور اس کی اجتماعی زندگی پر بھی،عبادات میں بھی اس کا دخل ہے اور اخلاقیات میں بھی، آدمی کا عمل بھی اس سے متأثر ہوتا ہے اور اس کا زاویۂ فکر و نظر بھی،اچھی غذا سے اچھا خون اور گوشت تیار ہوتا ہے،اور اچھے خون اور گوشت سے اچھا انسان تعمیر ہوتا ہے،پاک غذا سے انسان کا باطن پاک ہوتا ہے،فرد اور ملت کی سب سے بڑی کامیابی یہی ہے،اسی لئے اسلام نے غذائی حلت وطہارت پر بہت زور دیا ہے،اسلام صرف پاک چیزوں کو انسانوں کے لئے درست قرار دیتا ہے اور گندی اور ناپاک چیزوں کے استعمال سے روکتا ہے:

يسئلونک ماذا احل لهم قل احل لكم الطيبات

(المائدة : ۴)

ترجمہ: لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ ان کے لئے کیا چیزیں حلال ہیں؟

آپ فرمادیں کہ تمام پاک چیزیں ان کے لئے حلال ہیں۔

ويحل لهم الطيبات ويحرم عليهم الخبائث

(الاعراف : ۱۵۷)

ترجمہ: تمام پاک چیزیں ان کے لئے حلال ہیں اور تمام گندی چیزیں حرام ہیں۔

اسلام نے کافی وضاحت کے ساتھ اس کی تفصیلات بیان کردی ہیں:

قد فصل لکم ماحرم علیکم (الانعام :۱۱۹)

ترجمہ: جو چیزیں حرام کی گئی ہیں اللہ پاک نے ان کو تفصیل کے ساتھ بیان فرمادیا ہے،

اسلام نے انسانی معاشرہ کی جو بنیادیں مقرر کی ہیں ان میں اکل حلال کو اولین اہمیت حاصل ہے، بلکہ عمل صالح کا مدار اس پر رکھا گیا ہے: قرآن میں ایک جگہ پیغمبروں کو مخاطب کرکے ارشاد فرمایا گیا:

یٰا یہا الرسل کلوامن الطیبات واعملوا صالحاً(المؤمنون :۵۱)

ترجمہ: اے پیغمبرو! پاک چیزیں کھاؤاور نیک عمل کرو

اور یہ حکم صرف پیغمبروں کے لئے نہیں بلکہ ایمان رکھنے والی تمام امتوں کے لئے بھی ہے:

یٰاایہا الذین آمنوا کلوا من طیبات مارزقناکم

(بقرۃ : ۱۷۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! ہماری دی ہوئی پاک چیزوں کو کھاؤ۔

رزق حرام کے اثرات

حرام رزق ایک بد ترین زہر ہے جو انسانی زندگی کے سارے نظام کو معطل کر دیتا ہے، انسان کا پورا اخلاقی سسٹم بگڑ جاتا ہے، اس حالت میں نیکی اور خدا کی بندگی بھی بندگی نہیں رہ جاتی، قرآن کریم میں مال حرام کو بے محابا استعمال کرنے والوں کی مذمت اس طرح کی گئی ہے :

اولٰئک الذین لم یرد اللہ ان یطہر قلوبہم لہم فی الدنیا خزی ولہم فی الآخرۃ عذاب عظیم ،سماعون للکذب اکالون للسحت (المائدۃ : ۴۱،۴۲)

ترجمہ: یہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے پاک کرنے کا ارادہ نہیں کیا ،ان کے لئے دنیا میں رسوائی اور آخرت میں بدترین عذاب ہے، یہ جھوٹ سننے والے اور حرام کھانے والے لوگ ہیں۔

ایک موقعہ پر نبی کریم ﷺ نے بڑی وضاحت کے ساتھ اس پر روشنی ڈالی اور تمثیلی طور پر ایک دور دراز سفر کرنے والے شخص کا قصہ بیان فرمایا، جو پریشان حال اور غبار آلود ہو اور رب العالمین کو رو رو کر اور ہاتھ پھیلا کر پکار رہا ہو ،حالانکہ نہ اس کا کھانا، پینا حلال ہو اور نہ پہننا اوڑھنا، بھلا پروردۂ حرام جسم و جان سے نکلی ہوئی دعا بارگاہ الٰہی میں کیسے باریاب ہو سکتی ہے؟

عَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- « أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ اللَّهَ طَيِّبٌ لاَ يَقْبَلُ إِلاَّ طَيِّبًا وَإِنَّ اللَّهَ أَمَرَ الْمُؤْمِنِينَ بِمَا أَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِينَ فَقَالَ (يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا

صَالِحًا إِنِّى بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ) وَقَالَ (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ) ». ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ يَا رَبِّ يَا رَبِّ وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ وَغُذِىَ بِالْحَرَامِ فَأَنَّى يُسْتَجَابُ لِذَلِكَ ».

(صحيح مسلم ج ٣ ص ٨٥ حديث نمبر ٢٣٩٣:، المؤلف : أبو الحسين مسلم بن الحجاج بن مسلم القشيري النيسابوري الناشر : دار الجيل بيروت + دار الأفاق الجديدة ــ بيروت، مسند الإمام أحمد بن حنبل المؤلف : أحمد بن حنبل أبو عبدالله الشيباني الناشر : مؤسسة قرطبة)

ترجمہ : حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اے لوگو! اللہ کی ذات پاک ہے اور پاک کے علاوہ کسی چیز کو قبول نہیں کرتا، اللہ پاک نے مسلمانوں کو انہی چیزوں کا حکم فرمایا جو اس نے اپنے رسولوں کو حکم فرمایا کہ اے رسولو! پاک چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو مجھے تمہارے اعمال کا علم ہے، پھر رسول اللہ ﷺ نے ایک دراز منزل، خاک آلود، پریشان حال مسافر کا ذکر فرمایا جو ہاتھ اٹھا کر رب العالمین کے حضور فریاد کناں ہے، لیکن نہ اس کا کھانا پاک، نہ پینا پاک، لباس اور غذا سب حرام بھلا ایسے شخص کی دعا کہاں قبول ہو سکتی ہے؟

☆ایک دوسری روایت میں ہے، حضرت کعب بن عجرۃؓ سے روایت ہے

:

إِنَّهُ لاَ يَرْبُو لَحْمٌ نَبَتَ مِنْ سُحْتٍ إِلاَّ كَانَتِ النَّارُ أَوْلَى بِهِ ».
قَالَ أَبُو عِيسَى هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ لاَ نَعْرِفُهُ إِلاَّ مِنْ حَدِيثِ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ مُوسَى. وَأَيُّوبُ بْنُ عَائِذٍ الطَّائِىُّ يُضَعَّفُ وَيُقَالُ كَانَ يَرَى رَأْىَ الإِرْجَاءِ. وَسَأَلْتُ مُحَمَّدًا عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ فَلَمْ يَعْرِفْهُ إِلاَّ مِنْ حَدِيثِ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ مُوسَى وَاسْتَغْرَبَهُ جِدًّا

(الجامع الصحيح سنن الترمذیج 2 ص 512 حدیث نمبر 614: المؤلف : محمد بن عيسى أبو عيسى الترمذي السلمي الناشر : دار إحياء التراث العربي – بيروت تحقيق : أحمد محمد شاكر وآخرون)

ترجمہ: حرام غذا سے پیدا ہونے والا گوشت جہنم کا زیادہ مستحق ہے،

اسی لئے شریعت مطہرہ میں جس طرح کسی حرام غذا کا استعمال جائز نہیں اسی طرح یہ بھی درست نہیں کہ کسی حلال چیز کو اپنی طرف سے حرام کیا جائے ،ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قل من حرم زينة الله التى اخرج لعباده والطيبات من الرزق (بقرة: ٣٠)

ترجمہ: آپ فرمادیں، کس نے اللہ پاک کی اس زینت کو اور پاک رزق کو حرام کیا جو اللہ پاک نے اپنے بندوں کے لئے نکالی تھی۔

خلق خدا کو غلط غذا فراہم کرنا جرم ہے

☆اس طرح کے بے شمار نصوص ہیں جن سے انسانی غذا کے بارے میں اسلامی تصور پر روشنی پڑتی ہے اور اندازہ ہوتا ہے کہ شریعت اسلامیہ اس سلسلے میں کتنی حساس ہے، نہ صرف یہ کہ شریعت خود غلط غذاؤں کے استعمال سے روکتی ہے بلکہ دوسروں کے لئے اس کی فراہمی پر بھی پابندی عائد کرتی ہے، اسلام کی نظر میں سچا مؤمن وہ ہے جو دوسروں کے لئے وہی پسند کرے جو اسے اپنی ذات کے لئے پسند ہو، جو لوگ دوسروں کے لئے نقصان کا سامان فراہم کرتے ہیں وہ دراصل ان کے ایمان کا نقص ہے، ،بہت سے نصوص میں یہ مضمون آیا ہے، مثلاً قرآن کریم میں ہے:

☆ولاتقتلو انفسکم ان اللہ کان بکم رحیما

(النساء : ۲۹)

ترجمہ: اپنے آپ کو قتل نہ کرو، بے شک اللہ پاک تم پر رحم کرنے والے ہیں۔

☆حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ زہر کھا کر خودکشی کرنے والے شخص کی موت حرام موت ہے اور ایسا شخص جہنمی ہے:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَحَسَّى سُمًّا فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَهُوَ يَتَحَسَّاهُ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا(: مسند الإمام أحمد بن حنبل ج 2ص 478 حديث نمبر10198 المؤلف : أحمد بن

حنبل أبو عبدالله الشيباني الناشر : مؤسسة قرطبة – القاهرة ،الأحاديث مذيلة بأحكام شعيب الأرنؤوط عليها)

ترجمہ:جو شخص زہر کھا کر جان دے گا وہ جہنم میں مسلسل اسی تکلیف میں مبتلا رکھا جائے گا۔

☆عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِىِّ – صلى الله عليه وسلم – قَالَ « لاَ يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ »

[صحيح البخاري ج ١ص١٤حديث نمبر:١٣،المؤلف : محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي الناشر : دار ابن كثير ، اليمامة – بيروت الطبعة الثالثة ، 1407 – 1987 تحقيق : د. مصطفى ديب البغا أستاذ الحديث وعلومه في كلية الشريعة – جامعة دمشق، الجامع الصحيح سنن الترمذي ج٤ ص ٦٦٧حديث نمبر ٢٥١٥ ،المؤلف : محمد بن عيسى أبو عيسى الترمذي السلمي الناشر : دار إحياء التراث العربي – بيروت)

ترجمہ: تم میں سے کوئی اس وقت مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہی پسند نہ کرے جو خود کے لئے پسند کرتا ہے،ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ مسلمان وہ ہے جس سے دوسرے مسلمانوں کو تکلیف نہ پہونچے :

عن عبد الله بن عمرو رضي الله عنهما عن النبي صلى الله عليه و سلم قال : المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده

(صحیح بخاری ج١ص١٣،حديث نمبر:١٠)

ایک دوسری روایت کے الفاظ میں مسلمان کی قید نہیں ہے بلکہ عمومیت کے ساتھ کسی بھی انسان کو بلاوجہ تکلیف پہونچانے کو تقاضائے اسلام کے خلاف قرار دیا گیا ہے :

المؤمن من أمنه الناس والمسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده والمهاجر من هجر السوء والذي نفسي بيده لا يدخل الجنة عبد لا يأمن جاره بوائقه : إسناده صحيح على شرط مسلم

(الكتاب : مسند الإمام أحمد بن حنبل ج 3ص 154 حديث نمبر12583 المؤلف : أحمد بن حنبل أبو عبدالله الشيباني الناشر : مؤسسة قرطبة – القاهرة ،الأحاديث مذيلة بأحكام شعيب الأرنؤوط عليها) الكتاب : المستدرك على الصحيحين ج 1 ص 55 حديث نمبر 25،المؤلف : محمد بن عبدالله أبو عبدالله الحاكم النيسابوري الناشر : دار الكتب العلمية – بيروت الطبعة الأولى ، 1411 – 1990تحقيق : مصطفى عبد القادر عطا)

حرام و حلال کا اختیار صرف رب العالمین کو ہے

☆ان نصوص سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام میں تحریم و تحلیل کا اختیار کسی انسان کو نہیں ہے، یہ سب کچھ رب العالمین کی طرف سے طے شدہ نظام ہے جس کی بنیادی تفصیلات اور مرکزی اصول خود اللہ پاک نے مقرر فرمادیئے ہیں ،اس لئے اب انسانوں کے لئے اس باب میں سوائے تطبیقات کے دوسرا کوئی کام

باقی نہیں بچتا،یہی بات اسلام کے غذائی نظام کو دوسرے تمام نظاموں سے ممتاز کرتی ہے،اسلام سے قبل کا جاہلی نظام (جس کا تسلسل آج بھی جاری ہے)زمانی اور مکانی حالات اور مختلف انسانی دماغوں کے افکار وخیالات پر مبنی تھا،جس میں نہ معقولیت تھی اور نہ استحکام،قرآن کریم میں جابجا اس کی طرف اشارات کئے گئے ہیں،مثلاً:

قل ارأیتم ماانزل اللہ لکم من رزق فجعلتم منہ حراماً وحلالاً(یونس:۵۹)

ترجمہ:آپ کہدیجئے کہ تمہاری کیارائے ہے کہ اللہ پاک نے تمہارے لئے رزق نازل فرمائی پھر تم نے اپنی مرضی سے کچھ چیزوں کو حرام کردیااور کچھ کو حلال۔

{وَلا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هَذَا حَلالٌ وَهَذَا حَرَامٌ لِتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لا يُفْلِحُونَ* مَتَاعٌ قَلِيلٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ [النحل:116–117]

ترجمہ:اور جو تمہاری زبان جھوٹ بولتی ہے اس کو نہ کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے،کہ اللہ پر جھوٹ افترا کرو،بے شک جو لوگ اللہ کی طرف جھوٹ بات کی نسبت کرتے ہیں،وہ کامیاب نہیں ہوسکتے،دنیا کا تھوڑاسا نفع ہے اور اس کے بدلے میں ایک دردناک عذاب تیارہے۔

وجعلو ا للہ مما ذرأ من الحرث والانعام نصیباً فقالواھذا للہ بزعمہم وھذا لشرکائنافماکان لشرکائہم فلایصل

الی اللہ وماکان للہ فھو یصل الی شرکائھم ساء مایحکمون۔۔قالوا ھذہ انعام وحرث حجر لایطعمہا الا من نشاء بزعمہم وانعام حرمت ظھورھما وانعام لایذکرون اسم اللہ علیہا افتراء علیہ سیجزیہم بما کانوا یفترون ۔۔۔قد خسر الذین قتلوا اولادھم سفھاً بغیر علم وحرموا مارزقھم اللہ افتراءً علی اللہ قد ضلوا وما کانوا مھتدین

ترجمہ: ان لوگوں نے زمینی پیداوار اور جانوروں میں اللہ کا بھی ایک حصہ مقرر کیا اور کہا کہ یہ ان کے گمان میں اللہ کے لئے ہے اور یہ ان کے شرکاء کے لئے ہے، تو جو ان کے شرکاء کے لئے ہے وہ اللہ تک نہیں پہونچتا، اور جو اللہ کے لئے ہے وہ ان کے شرکاء تک پہونچتا ہے، وہ برا فیصلہ کرتے ہیں،۔۔۔وہ کہتے ہیں کہ یہ جانور اور کھیتی منع ہیں ان کو وہی کھا سکتا ہے جس کو ہم چاہیں اور کچھ جانور وہ ہین جن پر سواری اور بار برداری حرام کر دی گئی ہے، اور کچھ جانور وہ ہیں جن پر یہ اللہ کا نام نہیں لیتے، یہ اللہ پاک پر افتراء کرتے ہیں، عنقریب ان کو ان کے افتراء کا بدلہ ملے گا۔۔۔۔۔یقیناً وہ لوگ گھاٹے میں ہیں جنھوں نے اپنی اولاد کو حماقت سے لاعلمی میں قتل کیا، اور اللہ کی دی ہوئی رزق کو اللہ پر افتراء کرتے ہوئے حرام کیا، وہ ہدایت پر نہیں ہیں۔

قل ھلم شھداءکم الذین یشہدون ان اللہ حرم ھذا (الانعام :۱۵۰)

ترجمہ: آپ ان سے کہدیجئے کہ اپنے گواہ لے آئیں جو گواہی دیں کہ اللہ پاک نے ان چیزوں کو حرام کیا ہے،

پوری سورۂ انعام حلال و حرام جانوروں کی تفصیلات سے بھری ہوئی ہے
،اور اسی میں عہد جاہلیت کے افکار و تصورات پر بھی کاری ضرب لگائی گئی ہے
، قرآن کریم اور نبی کریم ﷺ کی تعلیمات نے اس حقیقت کو پوری طرح واضح
کر دیا ہے کہ حلال و حرام کا معیار انسانی تخیلات نہیں بلکہ ربانی تعلیمات ہیں، ہمیں
کسی چیز کی حلت و حرمت کا فیصلہ اسی معیار کا پابند ہو کر کرنا ہو گا، جو اللہ پاک اور
رسول اللہ ﷺ نے مقرر فرمادیا ہے، قرآن کریم نے اس صداقت پر اپنی زبان
حقیقت بیان سے یہ کہکر مہر لگادی ہے کہ:

قد فصل لکم ماحرم علیکم (الانعام : ۱۱۹)

ترجمہ: جو چیزیں حرام کی گئی ہیں اللہ پاک نے ان کو تفصیل کے ساتھ بیان فرمادیا ہے،

قل تعالوا اتل ماحرم ربکم علیکم (الانعام: ۱۵۱)

ترجمہ: آپ ان سے کہیں کہ آؤ میں تمہیں بتاؤں کہ تمہارے رب نے تم پر کیا چیزیں حرام کی ہیں۔

قرآن کے نزدیک کسی کو حلال و حرام کا اختیار دینے کا معنیٰ یہ ہے کہ ہم
نے اس کے لئے دین بنانے کا اختیار تسلیم کر لیا، جو معبود کی شان ہے اور معبود اللہ
کی ذات پاک کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہے:

ام لہم شرکاء شرعوا لہم من الدین مالم یاذن بہ اللہ(الشوریٰ : ۲۱)

ترجمہ: کیا ان کے پاس شرکاء ہیں جو ان کے لئے دین بناتے ہیں جس کی

اللہ نے اجازت نہیں دی۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

اتخذوا احبارہم ورہبانہم ارباباًمن دون اللہ والمسیح ابن مریم وماامروا الالیعبدوا الٰہاًواحداًلاالٰہ الا ھو ،سبحانہ عما یشرکون (التوبۃ: ۲۱)

ترجمہ :ان لوگوں نے اپنے احبار ورہبان کو اللہ کے علاوہ اپنا معبود بنا لیا ،جبکہ انہیں صرف ایک معبود کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا،اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ،وہ ان شرکیات سے بالاتر ہے۔

حالانکہ وہ حضرات حضرت مسیح علیہ السلام یاان کے احبار ورہبان کے بارے میں براہ راست معبودیت کا عقیدہ نہیں رکھتے تھے،یہی سوال حضرت عدی بن حاتمؓ نے (جواسلام سے قبل عیسائیت کے پیروکار تھے) خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا ،اس کی توجیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمائی:قال أجل ولكن يحلون لهم ما حرم الله فيستحلونه ويحرمون عليهم ما أحل الله فيحرمونه فتلك عبادتهم لهم(سنن البيهقي الكبرى ج ۱۰ص ۱۱۶ حدیث نمبر۲۰۱۳۷ المؤلف : أحمد بن الحسين بن علي بن موسى أبو بكر البيهقي الناشر : مكتبة دار الباز - مكة المكرمة ، 1414 - 1994تحقيق : محمد عبد القادر عطا،): المعجم الكبیرج ۱۷ص ۱۹۲ حدیث نمبر ۲۱۸ المؤلف : سليمان بن أحمد بن أيوب أبو القاسم الطبراني الناشر : مكتبة العلوم والحكم – الموصل الطبعة الثانية ، 1404 – 1983)

ترجمہ: بجاہے، لیکن احبار ورہبان ان کے لئے حرام کو حلال کرتے تھے تو وہ اس کو حلال سمجھتے تھے اور جب حلال کو حرام کرتے تھے تو وہ حرام سمجھتے تھے ،یہی تو ان کی عبادت ہے۔

کسی چیز کو حرام وحلال کہنے میں احتیاط

☆ یہی وجہ ہے کہ متقدمین اسلاف کسی مسئلے میں سیدھے حرام وحلال کا فتویٰ دینے سے احتیاط کرتے تھے،وہ فوراً کسی چیز کو حرام یا حلال نہیں کہتے تھے ،جبتک کہ دلیل قطعی سے اس کا علم نہ ہو جاتا،

حضرت امام شافعیؒ نے حضرت امام ابویوسفؒ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ

ادرکت مشائخنا من اھل العلم یکرھون الفتیا ،ان یقولوا :ھٰذا حلال وھٰذا حرام الا ما کان فی کتاب اللہ عزوجل بیناً بلا تفسیر (الام :ج۷ص۳۱۷)

ترجمہ: میں نے اپنے مشائخ اہل علم کو دیکھا کہ وہ فتویٰ دینے میں ان الفاظ کو پسند نہیں کرتے تھے ،یہ حلال ہے ،یہ حرام ہے ،جب تک کہ اللہ کی کتاب میں واضح طور پر وہ بات نہ ہوتی۔

حضرت ابن السائبؒ نے حضرت ربیع بن خیثمؒ کے حوالے سے نقل کیا ہے جو بڑے تابعین میں سے تھے وہ اپنے لوگوں کو اکثر نصیحت فرماتے تھے کہ اس

طرح کہنے سے بچو کہ "اللہ پاک نے اس چیز کو حلال کیا ہے یا اللہ کی مرضی یہ ہے ، کہ اللہ پاک اس کے جواب میں یوں کہدے کہ میں نے تو اسے حلال نہیں کیا اور میں اس سے راضی نہیں ہوں،۔۔۔یا کوئی کہے کہ اللہ پاک نے اس کو حرام کیا ہے اور اللہ پاک اس کے جواب میں کہدے کہ تو جھوٹا ہے، میں نے تو اسے حرام نہیں کیا اور نہ میں نے اس سے روکا ہے،

حضرت ابراہیم نخعیؒ اپنے مشائخ کا معمول نقل فرماتے تھے کہ وہ فتویٰ میں حرام و حلال کے الفاظ استعمال کرنے سے گریز کرتے تھے، بلکہ کہتے یہ مکروہ ہے، یا اس میں مضائقہ نہیں ہے، وغیرہ

ابن مفلحؒ نے علامہ ابن تیمیہؒ کا قول نقل کیا ہے کہ سلف کسی چیز پر حرام کا اطلاق اس وقت تک نہیں کرتے تھے جب تک اس کی حرمت کا یقینی علم نہ ہو جاتا (حوالۂ بالا)

خود قرآن کریم نے اس سلسلے میں رہنما اصول کے طور پر اشارہ کیا ہے ، جس پر سلف سختی کے ساتھ کاربند تھے۔

اشیاء میں اصل اباحت ہے یا حرمت؟

☆غذائی مسائل اور جزئیات میں حکم شرعی کی تنقیح کے لئے اکثر ایک اصولی قاعدہ سے مدد لی جاتی ہے، کہ " اشیاء میں اصل اباحت ہے "اس کا ذکر ہماری کتب فقہ میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے،۔۔۔۔دراصل جن چیزوں کے بارے میں کوئی حکم شرعی مصرح نہیں ہے، وہ قابل عمل ہیں یا قابل ترک؟ اس ضمن میں

فقہاء نے یہ اصولی بحث کی ہے کہ اشیا میں اصل حکم کیا ہے اباحت یا ممانعت ؟۔۔۔۔۔۔۔مگر مشکل یہ ہے کہ اس باب میں علماء کے یہاں سخت اضطراب پایا جاتا ہے اور مختلف فقہاء کی طرف جو آراء منسوب ہیں، ان میں بھی شدید اختلاف ہے، مثلاً:

☆بعض لوگوں نے اباحت کا قول شافعیہ کی طرف اور حرمت کا قول حنفیہ کی طرف منسوب کیا ہے،

(الأشباه و النظائر في قواعد و فروع فقه الشافعية ج اص ٦٠،المؤلف : عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى : 911هـ)الناشر : دار الكتب العلمية بيروت – لبنان)

☆جبکہ کچھ دوسرے حضرات نے شافعیہ کے ساتھ اکثر حنفیہ کی طرف بھی اباحت کی نسبت کی ہے (تيسير التحرير 168/2)

☆بعض حنابلہ کی بھی یہی رائے بتائی جاتی ہے،(التمهيد 271/4، وشرح الكوكب المنير 325/1-326).

☆بلکہ بعض متاخرین نے تو اسے جمہور علماء کا موقف قرار دے دیا ہے۔ (إرشاد الفحول ص284، والوجيز في إيضاح قواعد الفقه الكلية ص129)

☆دوسری جانب اشیاء میں اصل ممانعت ہے اس قول کو بعض علماء نے حضرت امام ابو حنیفہؒ کی طرف منسوب کیا ہے

(دیکھئے : المنثور 70/2، الأشباه والنظائر للسيوطي ص60).

☆بعض شوافع کی بھی یہی رائے بتائی جاتی ہے،

(التبصرة في أصول الفقه ص532، وإرشاد الفحول ص284).

☆بعض حنابلہ کی بھی یہی رائے ہے (دیکھئے: التمهيد 271/4، وشرح الكوكب المنير 325/1-326).

☆وہیں پر کئی علما نے اکثر فقہاء کا موقف توقف نقل کیا ہے ،یعنی حکم شرعی کی صراحت کے بغیر اس امر میں کوئی رائے ظاہر نہیں کی جاسکتی ،نہ جواز کی اور نہ عدم جواز کی، (إحكام الفصول ص681،والأشباه والنظائر لابن نجيم ص66)

☆امام رازیؒ کی تحقیق یہ ہے کہ نفع بخش چیزوں میں اصل اباحت ہے اور نقصان دہ چیزوں میں اصل ممانعت ہے

(المحصول ج2 ق131/3).

علائیؒ بھی اسی کے قائل ہیں، کچھ معاصر علماء نے یہی قول شافعیہ بلکہ جمہور علماء کی طرف منسوب کردیا ہے

(المجموع شرح المهذ ب في قواعد المذهب (رسالة دكتوراه) 515/2).بحوالہ القواعد والضوابط الفقهية المتضمنة

للتيسير ج ١ص ١٥٤ المؤلف :عبد الرحمن بن صالح العبد اللطيف الناشر : عمادة البحث العلمي بالجامعة الإسلامية، المدينة المنورة، المملكة العربية السعودية الطبعة:الأولى، 1423هـ/2003م)مصدر الكتاب : موقع مكتبة المدينة الرقمية)

☆علامہ ابن نجیم الحنفی کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اکثر علماء حنفیہ بھی توقف ہی کے قائل ہیں، شافعیہ نے حضرت الامامؒ کی طرف حرمت کا قول منسوب کیاہے، ابن نجیمؒ نے اس کی سختی کے ساتھ تردید کی ہے اور انہوں نے مسلک مختار توقف کو قرار دیاہے، ابن نجیمؒ نے بھی اس سلسلے میں علماء کے اختلاف آراء کا ذکر کیا ہے، اور اس سے پیدا ہونے والی مشکلات کی طرف اشارہ کیاہے:

(الْأَشْبَاهُ وَالنَّظَائِرُعَلَى مَذْهَبِ أَبِيْ حَنِيْفَةَ النُّعْمَانِ ج ١ ص ٦٢،المؤلف : الشَّيْخ زَيْنُ الْعَابِدِيْنَ بْنِ إِبْرَاهِيْم بْنِ نُجَيْمٍ (926-970هـ) الناشر: دار الكتب العلمية،بيروت،لبنان الطبعة :1400هـ=1980م)

ہر موقف کے لئے دلائل (قرآن وحدیث کے نصوص) بھی موجود ہیں ،اس طرح آراء کے ساتھ دلائل میں بھی سخت انتشار ہے --- بہر حال یہ اضطراب کیوں پیدا ہوا؟ دو الگ الگ قاعدوں کو خلط کرنے اور ایک پس منظر میں دیکھنے کی بناپر---- یا---- اباحت، حرمت اور توقف کے اصطلاحی مفاہیم کے فرق کی بناپر، (جیسا کہ بعض علماء نے یہ بحث اٹھائی ہے،) یہ ایک الگ مسئلہ ہے

،اس کا ابھی موقعہ نہیں ہے، لیکن اس بحث سے کم از کم اتنی بات صاف ہو جاتی ہے کہ اس باب میں اس اصولی بحث سے کوئی بہت زیادہ استفادہ نہیں کیا جا سکتا، یہ ایک کمزور اور مختلف فیہ بنیاد ہے جس سے کسی فیصلہ کن نتیجہ تک نہیں پہونچا جا سکتا،

البتہ جن مخصوص ابواب میں اس تعلق سے اتفاق آراء پایا جاتا ہے زیادہ سے زیادہ ان میں اس قاعدہ سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔۔۔ مثلاً:

چند ابواب میں اصل حرمت ہے-جمہور کی رائے

☆عبادات اور ابضاع (خواتین) کے بارے میں تقریباً اکثر فقہاء احناف اور شوافع کی رائے یہ ہے کہ ان میں اصل حرمت ہے، یعنی صریح حکم شرعی موجود نہ ہو تو ان کو ناجائز قرار دیا جائے گا،

(الْأَشْبَاهُ وَالنَّظَائِرُعَلَى مَذْهَبِ أَبِيْ حَنِيْفَةَ النُّعْمَانِ المؤلف : الشَّيْخ زَيْنُ الْعَابِدِيْنَ بْنِ إِبْرَاهِيْم بْنِ نُجَيْم (926-970هـ) الناشر : دار الكتب العلمية،بيروت،لبنان الطبعة :1400هـ=1980م

،الأشباه و النظائرفي قواعد و فروع فقه الشافعية ج ١ص٦١،المؤلف : عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى : 911هـ) الناشر : دار الكتب العلمية بيروت – لبنان)

☆عبادات اور دینی امور کے تعلق سے اس تصور کا ماخذ یہ حدیث پاک ہے، جو اکثر کتب حدیث میں آئی ہے:

عن عائشة رضي الله عنها قالت : قال رسول الله صلى الله عليه و سلم ، من أحدث في أمرنا هذا ما ليس فيه فهو رد (صحيح البخاري ج ۲ ص ۹۵۹ حدیث نمبر: ۲۵۵۰، المؤلف : محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي الناشر : دار ابن كثير ، اليمامة – بيروت الطبعة الثالثة ، 1407 – 1987 تحقيق : د. مصطفى ديب البغا أستاذ الحديث وعلومه في كلية الشريعة – جامعة دمشق)

ترجمہ: حضرت عائشہ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو امور دین میں کوئی نئی چیز ایجاد کرے وہ قابل رد ہے۔

☆ ابضاع کے تعلق سے ان آیات کریمہ کو ماخذ بنایا جاسکتا ہے، جن میں حرام وحلال عورتوں کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں اور اس ضمن میں ایک ایک جزئیہ سے پردہ اٹھایا گیا ہے۔

حیوانات میں اصل حرمت ہے محققین کا مسلک

☆ اسی طرح کے مسائل میں ایک مسئلہ (لحوم) حیوانی غذاؤں کا ہے ،یعنی جن حیوانات کے تعلق سے شریعت کا کوئی حکم صریح منقول نہ ہو، یا کسی حیوانی غذا کی حلت و حرمت پر کوئی دلیل یا قرینہ موجود نہ ہو ان میں اباحت اصل ہو گی یا حرمت؟ یہ مسئلہ بھی مختلف فیہ ہے، بعض علماء اس باب میں بھی اباحت اصلیہ کے قائل ہیں ہے،(الاشباہ والنظائر لابن الوکیل ج۱ ص ۲۹۷، المنثور ج ۲ ص ۱۱۲)

مجوزین اس کو عام اشیاء (جن میں وہ نظریۂ اباحت کے قائل ہیں) پر قیاس کرتے ہیں اور وہی دلائل عامہ پیش کرتے ہیں جو اکثر اشیاء میں اباحت اصلیہ کے ثبوت کے لئے پیش کی جاتی ہیں مثلاً:

☆قُلْ لَا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَيْتَةً (سورة الأنعام آية : ١٤٥)

☆وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ } سورة الأنعام آية :١١٩)وغیرہ۔

لیکن حنفیہ، بعض شافعیہ اور اکثر محققین علماء کا نظریہ اس معاملہ میں اصلاً ممانعت کا ہے ،یعنی حرمت وحلت کی دلیل موجود نہ ہو تو جانور حرام ہو گا(اعلام الموقعین ج ا ص ۲۹۵،بدائع الفوائد ج ۳ ص ۱۲۹،المغنی ج ا ص ۴۴، قواعد ابن رجب ق ۱۵، قواعد ابن سعدی ص ۲۳)

ابن سعدیؒ کا یہ منظوم اس سلسلے میں کافی مشہور ہے، جس میں بڑے اعتدال کے ساتھ چند مخصوص چیزوں میں حرمت کو اصل بتایا گیاہے:

والأصل في الأبضاع واللحوم **** والنفس والأموال للمعصوم تحريمها حتى يجيء الحل **** فافهم هداك الله ما يحل۔ (قواعد ابن سعدی ص ۲۳)

ان حضرات نے درج ذیل دلائل سے استدلال کیا ہے :

☆حضرت عدی بن حاتمؓ کی روایت ہے :

عن عدي بن حاتم قال : سألت النبي صلى الله عليه و سلم فقال (إذا أرسلت كلبك المعلم فقتل فكل وإذا أكلا فلا تأكل فإنما أمسكه على نفسه) . قلت أرسل كلبي فأجد معه كلبا آخر ؟ قال (فلا تأكل فإنما سميت على كلبك ولم تسم على كلب آخر

(صحيح البخاري ج ١ص ٧٤،المؤلف : محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي الناشر : دار ابن كثير ، اليمامة – بيروت الطبعة الثالثة ، 1407 – 1987)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے میرے سوال کرنے پر ارشاد فرمایا کہ جب تم نے اپنے تربیت یافتہ کتے کو بھیجا اور اس نے قتل کر دیا تو اس شکار کو کھاؤ، اور وہ خود کھانے لگے تو نہ کھاؤ اس لئے کہ اس نے تمہارے لئے نہیں بلکہ اپنے لئے شکار کیا، میں نے دریافت کیا کہ میں اپنے کتے کو بھیجتا ہوں، اور شکار کے پاس ایک دوسرا کتا بھی موجود ہو تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ مت کھاؤ اس لئے کہ تم نے بسم اللہ اپنے کتے پر پڑھا ہے دوسرے کتے پر نہیں،

☆اسی روایت میں آگے شکار کا ایک اور مسئلہ ارشاد فرمایا گیا ہے:

وَإِنْ وَجَدْتَهُ غَرِيقًا فِي الْمَاءِ فَلاَ تَأْكُلْ۔

(الجامع الصحيح المسمى صحيح مسلم ج ٦ص ٥٨ حديث نمبر : ٥٠٩٠،المؤلف : أبو الحسين مسلم بن الحجاج بن مسلم القشيري النيسابوري الناشر : دار الجيل بيروت + دار الأفاق الجديدة ـــ بيروت)

ترجمہ: اگر تمہارا شکار پانی میں ڈوبا ہوا ملے تو نہ کھاؤ۔

بعض روایات میں اس حکم کی وضاحت بھی موجود ہے کہ:

فإنك لا تدري الماء قتله أو سهمك(الجمع بين الصحيحين البخاري ومسلم تأليف: محمد بن فتوح الحميدي عدد الأجزاء / 4دار النشر / دار ابن حزم - لبنان/ بيروت - 1423هـ - 2002م الطبعة: الثانية، جامع الأحاديث ج ۲ص۲۹۰ المؤلف : جلال الدين السيوطي، جامع الأصول في أحاديث الرسول ج ۷ ص ۲۴،المؤلف : مجد الدين أبو السعادات المبارك بن محمد الجزري ابن الأثير (المتوفى : 606هـ) تحقيق : عبد القادر الأرنؤوط الناشر : مكتبة الحلواني - مطبعة الملاح - مكتبة دار البيان الطبعة : الأولى))

ترجمہ: اس لئے کہ تم نہیں جانتے کہ اس کی موت پانی میں ڈوبنے سے ہوئی یا تمہارے تیر سے ہوئی؟

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جانور کے گوشت میں اگر وجوہ اباحت اور وجوہ حرمت دونوں موجود ہوں تو وجوہ حرمت کا اعتبار ہوگا، وجوہ اباحت کا نہیں، اسی سے ان فقہاء نے یہ قاعدہ اخذ کیا ہے کہ جانوروں کے گوشت میں اصل حرمت ہے ،جب تک دلیل اباحت موجود نہ ہوگی اس کو ناجائز تصور کیا جائے گا۔

☆ آخر الذکر نقطۂ نظر کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ عام فقہی ضابطہ یہ ہے کہ مبیح اور محرم میں اختلاف ہو جائے تو محرم کو ترجیح حاصل ہوتی ہے، اس

لحاظ سے لحوم کے بارے میں حرمت اصلیہ والا نقطۂ نظر زیادہ لائق ترجیح ہے، چند حوالے درج ذیل ہیں:

☆والمحرم فغلب لأنه اجتمع المبيح المحرم.(الكتاب : الأشباه و النظائر في قواعد و فروع فقه الشافعية ج ١ ص ١١٣ ،المؤلف : عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى : 911هـ) الناشر : دار الكتب العلمية بيروت – لبنان)

☆ولأنه" أي تقديمالمحرم على المبيح "الاحتياط"؛ لأن فيه زيادة حكم وهو نيل الثواب بالانتهاء عنه واستحقاق العقاب بالإقدام عليه، وهو ينعدم في المبيح، والأخذ بالاحتياط أصل في الشرع ذكره شمس الأئمة السرخسي(التقرير والتحبير ج ٥ ص ٢٥ تأليف:محمد بن محمد ابن أمير الحاج الحنبلي دراسة وتحقيق:عبد الله محمود محمد عمرالناشر:دار الكتب العلمية –بيروت الطبعة الاولى 1419هـ/1999م)

☆أن المحرم راجح على المبيح(شرح التلويح على التوضيح لمتن التنقيح في أصول الفقه.ج ١ ص ٦٧،عبيد الله بن مسعود المحبوبي البخاري الحنفي.سنة الولادة / سنة الوفاة 719هـ. تحقيق زكريا عميرات الناشر دار الكتب العلمية سنة النشر 1416هـ – 1996م. مكان النشر بيروت)

☆وَمِنْهَا : إِذَا تَعَارَضَ الْمُحَرِّمُ وَالْمُبِيحُ ، رَجَحَ الْمُحَرِّمُ ،

كَمَا سَبَقَ حُكْمُهُ(: شرح مختصر الروضة ج ٣ ص ٧٣٧ ،المؤلف : سليمان بن عبد القوي بن الكريم الطوفي الصرصري، أبو الربيع، نجم الدين (المتوفى : 716هـ)المحقق : عبد الله بن عبد المحسن التركي الناشر : مؤسسة الرسالة الطبعة : الأولى ، 1407 هـ / 1987 م)

مذکورہ بالا تمام عربی اقتباسات کا مشترک مفہوم یہ ہے کہ مبیح و محرم میں تعارض کے وقت محرم کو ترجیح حاصل ہو گی،

اسی لئے شریعت اسلامیہ نے حیوانات کی اقسام اور ان کے طریقۂ استعمال پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے،اور جواز اسی دائرہ میں منحصر ہے جس کی شریعت اسلامیہ نے تحدید کر دی ہے ،جن صورتوں میں شریعت کا جواز مصرح نہیں ہیں وہ ناجائز رہیں گی جب تک ان کے جواز پر کوئی واقعی دلیل میسر نہ ہو جائے،

اس اصولی بحث کے بعد ہم براہ راست انسانی غذاؤں کے مسئلے پر آتے ہیں،انسانی غذائیں دو قسم کی اشیاء پر مشتمل ہیں:

☆حیوانی غذائیں ☆اور غیر حیوانی غذائیں:

حیوانی غذاؤں میں حلت و حرمت کا معیار

حیوانات کے تعلق سے جو تفصیلات ہمیں شریعت سے حاصل ہوئی ہیں ان کی روشنی میں حیوانات کی بنیادی طور پر دو قسمیں ہیں:

(۱)وہ جانور جن میں ذبح شرعی کی حاجت نہیں ہے،مثلاً مچھلی اور ٹڈی ،ارشاد نبوی ہے:

احلت لنا میتتان السمک والجراد (ابن ماجہ ج۲ص ۱۰۷۳)

ترجمہ: ہمارے لئے دومردار حلال کئے گئے ہیں: مچھلی اور ٹڈی۔

(۲)وہ جانور جو ذبح شرعی کے بغیر حلال نہیں ہوتے،مثلاً مچھلی اور ٹڈی کے علاوہ تمام حلال جانور،ایسے تمام جانوروں میں ذبح شرعی کے جو معروف اصول وقواعد ہیں،نیز ذابح کے لئے جو معیار مقرر کیا گیا ہے،اور اس ضمن کی جو شرائط وتفصیلات ہیں ان کی رعایت ضروری ہے،اس کے بغیر جانور حلال نہیں ہوگا،اس کی تفصیلات کتب فقہ میں موجود ہیں،

یہ تو خالص حیوانی غذاؤں کا معاملہ ہے،لیکن غیر حیوانی غذائیں جن میں کوئی حیوانی جزوشامل کیا جاتا ہو ان میں بھی حیوانی غذا کے شرعی معیار اور تمام بنیادی شرائط واصول کی رعایت لازمی ہے،بصورت دیگر جب تک کہ استحالہ اور قلب ماہیت کی بالکلیہ صورت نہ پیدا ہو جائے اس کے جواز کا کوئی امکان نہیں ہے۔

غیر حیوانی غذاؤں میں حلت وحرمت کا معیار

البتہ خالص غیر حیوانی غذاؤں میں جن میں کوئی حیوانی جزو شامل نہ ہو ،اسلام کے غذائی نظام کے مطالعہ سے سمجھ میں آتا ہے کہ ان میں حلت وحرمت کے لئے درج ذیل چیزوں کو بنیاد بنایا گیا ہے:

نفع وضرر

(ا)شریعت نے عام طور پر انسان کے لئے نفع بخش چیزوں کو حلال اور نقصان دہ چیزوں کو ناجائز قرار دیا ہے ،اس لئے ہر ایسی چیز جو عام انسانوں کے لئے ضرر رساں ہو ناجائز ہو گی ،نہ اس کا خود استعمال جائز ہو گا اور نہ دوسرے کو فراہم کرنا،ایک حدیث میں اس اصول کی نشاندہی کی گئی ہے۔

☆حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عبادۃ بن الصامتؓ دونوں حضرات نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فیصلہ فرمایا:

قَضَى أَنْ « لاَ ضَرَرَ وَلاَ ضِرَارَ ».

(سنن ابن ماجہ ج ۷ ص ۲۴۱ حدیث نمبر: ۲۴۳۱ المؤلف : أبوعبد الله محمد بن يزيد القزويني، وماجة اسم أبيه يزيد مصدر الكتاب : موقع وزارة الأوقاف المصرية، مسند الإمام أحمد بن حنبل ج ا ص ۳۱۳، حدیث نمبر: ۲۸٦۷ : أحمد بن حنبل أبو عبدالله الشيباني الناشر : مؤسسة قرطبة – القاهرة، الموطأ ج ۴ ص ۱۰۷۸ حدیث نمبر: ۲۷۵۸ المؤلف : مالك بن أنس المحقق : محمد مصطفى الأعظمي الناشر : مؤسسة زايد بن سلطان آل نهيان الطبعة : الاولى 1425هـ – 2004م)

ترجمہ: نہ نقصان اٹھانا درست ہے اور نہ نقصان پہونچانا درست ہے۔

غذائی اشیاء میں ضرر کی کئی صورتیں ممکن ہیں، مثلاً:

☆ طاقت سے زیادہ کھانا پینا اسراف، فضول خرچی اور باعث مضرت ہے جس کی قرآن نے ممانعت کی ہے:

کلوا واشربوا ولاتسرفوا انہ لایحب المسرفین

(الاعراف: ۳۱)

ترجمہ: کھاؤ اور پیو اور فضول خرچ نہ کرو اللہ پاک بے جا خرچ کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔

☆ کسی زہریلی چیز کا استعمال درست نہیں جو انسانی جان، عضو یا عقل و فکر کو نقصان پہونچائے، خواہ وہ زہریلا جانور ہو سانپ، بچھو وغیرہ یا منجملہ جمادات کے ہو مثلاً زہر وغیرہ، قرآن کریم میں ہے:

ولاتقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیماً (النساء: ۲۹)

ترجمہ: اپنے آپ کو قتل نہ کرو، اللہ پاک تم پر بہت مہربان ہیں،

ولاتلقوا بایدیکم الی التھلکۃ (بقرة: ۱۹۵)

ترجمہ: اپنے ہاتھ ہلاکت میں نہ ڈالو۔

حضرت ابوہریرةؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَحَسَّى سُمًّا فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَهُوَ يَتَحَسَّاهُ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا

(أخرجه البخاري (الفتح 10 / 247 - ط السلفية،

مسند الإمام أحمد بن حنبل ج 2ص 478 حديث نمبر10198

المؤلف : أحمد بن حنبل أبو عبدالله الشيباني الناشر : مؤسسة قرطبة – القاهرة ،الأحاديث مذيلة بأحكام شعيب الأرنؤوط عليها)

ترجمہ :جو شخص زہر کھا کر جان دے تو جہنم میں مسلسل اسی تکلیف میں مبتلا رکھا جائے گا۔

البتہ مالکیہ اور حنابلہ نے صراحت کی ہے کہ یہ چیزیں صرف ان اشخاص کے لئے ممنوع ہیں جن کے لئے یہ مضر ہوں،اگر کسی کے لئے بطور علاج تجویز کیا جائے اور اس کے لئے مفید ہو تو بقدر ضرورت ان کے استعمال میں مضائقہ نہیں،

(الشرح الصغير 2 / 183 طبعة دار المعارف، ومطالب أولي النهى 6 / 309)

☆ایسی چیز کا ستعمال جو گو زہریلی نہ ہو لیکن انسان کی صحت کے لئے نقصان دہ ہو،مثلاً کیچڑ،مٹی اور کوئلہ وغیرہ پاک ہونے کے باوجود انسان کے لئے ان کا کھانا سخت نقصان دہ اور حرام ہے،شافعیہ مٹی کی حرمت کے قائل ہیں،مالکیہ کے یہاں حرمت و کراہت دونوں طرح کے قول ہیں، لیکن فتویٰ حرمت پر ہے ،حنابلہ کے یہاں کراہت کی تعبیر آئی ہے لیکن صاحب مطالب اولی النہیٰ نے کراہت کی علت ضرر تحریر کی ہے اور ضرر کو سبب حرمت قرار دیا ہے(مطالب أولي النهى 6 / 309)

☆اس ضمن میں وہ تمام چیزیں داخل ہیں جن کا نقصان دہ ہونا تجربہ اور معتبر ماہرین کے ذریعہ ثابت ہو جائے،اور اکثر حالات میں وہ نقصان دہ ہو،اگر کسی

کو اتفاقی طور پر کسی شے سے نقصان پہونچ جائے، لیکن عام لوگوں کو اس سے ضرر نہ ہوتا ہو تو اس کا اعتبار نہیں ہو گا، کیونکہ حکم شرعی کا مدار نادر پر نہیں ہے۔

اسباب مضرت–مفہوم اور معیار

☆یہاں ایک اہم بحث یہ ہے کہ بعض چیزیں براہ راست ضرر رساں نہیں ہوتیں لیکن مضرت کا سبب بنتی ہیں، ایسی چیزوں کے بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے؟ اس میں بہت سے مدارج و مراتب ہیں اور اسی بنیاد پر فقہی جزئیات میں بظاہر کافی اضطراب پایا جاتا ہے، اللہ پاک درجات بلند فرمائیں حضرت علامہ مفتی محمد شفیع صاحبؒ عثمانی کے، آپ نے اس ذیل میں فقہی جزئیات کو سامنے رکھ کر مسئلہ کی ایسی اصولی تنقیح فرمائی کہ اس سے مسئلہ بالکل واضح ہو جاتا ہے اور تمام فقہی جزئیات بھی اپنی اپنی جگہ منطبق ہو جاتی ہیں، مفتی صاحبؒ نے اس پوری بحث کو کتابی صورت میں چھاپ دیا تھا، جو بعد میں جواہر الفقہ کا حصہ بن کر شائع ہوئی ،رسالہ کا نام ہے "تفصیل الکلام فی مسئلۃ الاعانۃ علی الحرام" عربی میں مفصل اور اردو میں مختصر ہے، ہم اس رسالہ کی بنیادی فکر پیش کرتے ہیں:

دراصل اسلام میں جس طرح مجرم گناہ گار ہوتا ہے، اسی طرح مجرم کی مدد کرنے والا بھی گناہ گار ہے، یہ مسئلہ خود قرآن میں مصرح ہے:

☆فَلَنْ أَكُونَ ظَهِيرًا لِلْمُجْرِمِينَ(القصص : ۱۷)

ترجمہ: میں ہرگز مجرموں کی مدد کرنے والا نہیں بنوں گا۔

اس آیت کی تشریح حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی طرف منسوب تفسیر میں اس طرح ہے:

فلا تجعلني عوناً للمشركين لفرعون وقومه .(: تنوير المقباس من تفسير ابن عباس ج ١ ص ٤٠٤ المؤلف : ينسب لعبد الله بن عباس – رضي الله عنهما – (المتوفى : 68هـ)، جمعه محمد بن يعقوب الفيروز آبادى (المتوفى : 817 هـ)

ترجمہ: مجھے مشرکین فرعون وغیرہ کا مددگار نہ بنائیے۔

ثعالبیؒ نے اس کی تفسیر ان الفاظ میں کی ہے:

فأنا مُلْتَزِمٌ أَلاَّ أكون مُعِيناً للمجرمين؛ هذا أحسن ما تأول .(الجواهر الحسان في تفسير القرآن ج ٣ ص١٤٩،المؤلف : أبو زيد عبد الرحمن بن محمد بن مخلوف الثعالبي (المتوفى : 875هـ)

ترجمہ: مجھ پر لازم ہے کہ میں مجرموں کا مددگار نہ بنوں، یہ اس آیت کا سب سے بہترین مفہوم ہے۔

☆ قرآن میں ایک جگہ صریح حکم ہے:

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ (المائدة : ٢)

ترجمہ: نیکی اور تقویٰ کی مدد کرو اور گناہ اور ظلم کی مدد نہ کرو، اور اللہ سے ڈرو اللہ پاک سخت عذاب دینے والے ہیں،

مگر جرم وعصیان کی مدد فی الواقع کس صورت میں متحقق ہو گی؟ یا سببیت کا وہ کون سا درجہ ہے جس کی وجہ سے انسان حقیقتاً مجرم کی صف میں کھڑا مانا جاتا ہے؟ حضرت مفتی شفیع صاحب نے فقہی جزئیات ونظائر کو سامنے رکھ کر ایک اصولی ضابطہ تحریر فرمایاہے:

یہاں دو چیزیں الگ الگ ہیں ☆ تعاون گناہ ☆ اور سبب گناہ

قرآن کریم میں صراحت کے ساتھ تعاون علی الاثم کی ممانعت آئی ہے ، لیکن کبھی انسان گناہ کا اس طرح سبب بنتا ہے کہ وہ بھی تعاون کے درجے میں آجاتاہے، اور قرآنی ممانعت کے دائرہ میں داخل ہو جاتا ہے، اس لئے ضروری ہے کہ ممنوعہ تعاون اور ممنوعہ سببیت کا مصداق متعین ہو:

قرآن کریم میں جس تعاون سے منع کیا گیا ہے اس سے مراد وہ تعاون ہے جس میں معصیت خود اس شخص کے عمل سے متعلق ہو، اور اس کا تعین تین شکلوں میں سے کسی ایک شکل میں ہو گا:

(۱) اس نے تعاون کی نیت کی ہو (۲) یا بوقت عمل اس کی صراحت کی ہو، (۳) یا یہ کہ اس عمل کی جہت عرف میں معصیت ہی کے لئے متعین ہو،

ان میں سے ہر صورت کے لئے فقہی جزئیات موجود ہیں ، تفصیل کی حاجت نہیں ہے، یہی تین صورتیں ہیں جن کو حقیقی طور پر تعاون علی الاثم کہا جاسکتا ہے ، تعاون کی مذکورہ تمام صورتیں حرام ہیں، ان کے علاوہ اگر کسی صورت سے معصیت متعلق ہوتی ہے تو اس کو تعاون نہیں بلکہ زیادہ سے زیادہ سبب قرار دیا

جائے گا، پھر سبب کا بھی ایک فقہی معیار ہے جس کی بنیاد پر حکم شرعی کی تطبیق کی جائے گی:

سبب کی تین قسمیں ہیں

سبب کی تین قسمیں ہیں:

(ا) ایسا سبب قریب جو خود معصیت کی داعی و محرک ہو، یہ صورت حقیقی تعاون کی طرح حرام ہے مثلاً غیر مسلم قوموں کے خداؤں اور مذہبی شخصیات کو برا بھلا کہنا حرام ہے اس لئے کہ یہ خود اپنے خدا اور اپنی مذہبی شخصیات کو برا بھلا کہنے کی دعوت دیناہے، اسی لئے قرآن کریم میں اس کی ممانعت آئی ہے:

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ(الانعام : ١٠٨)

ترجمہ: تم ان معبودوں کو گالیاں نہ دو جن کو یہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں کہ یہ بھی جہالت میں آگے بڑھ کر اللہ کو گالیاں دینے لگیں۔

☆ یا عورتوں کا بے پردہ باہر نکلنا اور جاہلانہ طور پر اپنے زیب وزینت کا بے جا مظاہرہ کرنا حرام ہے اس لئے کہ یہ بہت سے گناہوں کو دعوت دیتا ہے ، قرآن کریم میں ہے:

وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى(الاحزاب : ٣٣)

ترجمہ: اور پہلی جاہلیت کی طرح زیب وزینت کا مظاہرہ مت کرو۔

☆عورتوں کو مردوں کے ساتھ نرم گفتاری سے روکا گیا کہ یہ مریضان قلب کے لئے حرص وہوس کا دروازہ کھولتا ہے،اس لئے قرآن نے اس سے منع کیا:

فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَعْرُوفًا((الاحزاب :٢ ٣)

ترجمہ:نرم لب ولہجہ میں بات مت کرو کہ دل کا بیمار شخص لالچ کرے اور معروف باتیں کرو،

☆اس کی ایک بہترین مثال حدیث پاک میں آئی ہے،حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- قَالَ « مِنَ الْكَبَائِرِ شَتْمُ الرَّجُلِ وَالِدَيْهِ ». قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْ يَشْتِمُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ قَالَ « نَعَمْ يَسُبُّ أَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ أَبَاهُ وَيَسُبُّ أُمَّهُ فَيَسُبُّ أُمَّهُ-

(:الجامع الصحيح المسمى صحيح مسلم ج ١ ص ٦٤ حدیث نمبر :٢٧٣،المؤلف:أبوالحسين مسلم بن الحجاج بن مسلم القشيري النيسابوري الناشر:دارالجيل بيروت+دارالأفاق الجديدة،بيروت)

ترجمہ:کسی آدمی کا اپنے والدین کو گالی دینا گناہ کبیرہ ہے،لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ !کیا کوئی آدمی اپنے والدین کو بھی گالی دے سکتا ہے؟ آپ

نے فرمایا، ہاں! آدمی کسی دوسرے کے باپ یاماں کو گالی دے گا تو جواب میں وہ اس کے باپ یاماں کو گالی دے گا،

(۲) سبب کی دوسری قسم ہے ایسا سبب قریب جو معصیت کی داعی تو نہ ہو لیکن معصیت تک پہونچنے کا براہ راست ذریعہ ہو، اس صورت میں اگر ممانعت منصوص نہ ہو تو کم از کم حکم مکروہ تحریمی ہوگا، اس لئے کہ ذریعۂ معصیت ہونے کی بناپر علت میں اشتراک موجود ہے، کتب فقہ میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں ،ایک مثال پیش ہے:

ومنها" بيع السلاح من أهل الفتنة وفي عساكرهم ؛ لأن بيعه منهم من باب الإعانة على الإثم والعدوان وأنه منهي، (: بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع ج ١٢ ص ١٨٩ ،تأليف: علاء الدين أبو بكر بن مسعود الكاساني الحنفي 587هـ دار الكتب العلمية – بيروت – لبنان الطبعة الثانية 1406هـ – 1986م)

ترجمہ: اہل فتنہ اور ان کی فوج کے ہاتھ ہتھیار فروخت کرنا مکروہ تحریمی ہے اس لئے کہ یہ نتیجہ کے اعتبار سے ظلم وگناہ کا تعاون ہے، جو ممنوع ہے،

(۳) تیسری قسم ہے سبب بعید یعنی جو معصیت کے لئے نہ داعی ومحرک ہو اور نہ معصیت تک پہونچنے کا براہ راست ذریعہ ہو، البتہ کسی عمل جدید یا درمیانی واسطہ سے گذر کر اس معصیت تک پہونچا جاسکتا ہو، لیکن ضروری نہیں کہ ہر شخص اسی معصیت کے لئے اس سبب کو اختیار کرے، مثلاً جنگ کے زمانے میں دشمن کے

ہاتھ لوہا کی فروخت، کہ دشمن اس سے ہتھیار بنا سکتا ہے، یا باجا بنانے والے کے ہاتھ ایسی لکڑی کی فروخت جس سے مزمار بن سکتا ہو جبکہ مزامیر کی بیع مکروہ تحریمی ہے، لیکن ظاہر ہے کہ لوہا سے ہتھیار ہی اور لکڑی سے مزامیر ہی بنایا جانا ضروری نہیں ہے، کسی دوسرے مصرف میں بھی ان کا استعمال ہو سکتا ہے، اس لئے ان کو سبب بعید قرار دیا جائے گا اور ان کو زیادہ سے زیادہ مکروہ تنزیہی یا خلاف اولیٰ کہا جائے گا:

ولا يكره بيع ما يتخذ منه السلاح منهم كالحديد وغيره ؛ لأنه ليس معدا للقتال فلا يتحقق معنى الإعانة، ونظيره بيع الخشب الذي يصلح لاتخاذ المزمار فإنه لا يكره وإن كره بيع المزامير(: بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع ج ١٢ ص ١٨٩ ،تأليف: علاء الدين أبو بكر بن مسعود الكاساني الحنفي 587هـ دار الكتب العلمية – بيروت – لبنان الطبعة الثانية 1406هـ - 1986م)

طہارت ونجاست

(۲) دوسری اہم وجہ جس کی بنیاد پر کسی شے کا استعمال انسان کے لئے ناجائز ہو جاتا ہے وہ نجاست و گندگی ہے، اسلام ایک پاک مذہب ہے، یہ انسانوں کے لئے کسی ناپاک چیز کے استعمال کی اجازت نہیں دیتا، غذا کی نجاست وخباثت سے انسان کے باطنی اور اخلاقی حالات متاثر ہوتے ہیں، پھر نجاست کی دو صورتیں ہیں:

(ا) نجس لعینہ: یعنی جو چیزیں بذات خود ناپاک ہیں، ان کو کسی صورت میں پاک کرنا ممکن نہیں مثلاً خون، قے، مردار اور ناجائز جانوروں کی غلاظتیں وغیرہ،

(۲) نجس لغیرہ، یعنی ایسی چیز جو بذات خود تو ناپاک نہ ہو، لیکن کسی ناپاک چیز سے مل جانے کی بناپر ناپاک ہوگئی ہو، مثلاً پانی یا کسی پاک مشروب میں خون مل جائے، سیال گھی میں چوہا مر جائے، یا کھانے پینے کی غیر سیال چیزوں میں کوئی نجس چیز سرایت کر جائے، مثلاً گوشت کو خنزیر کے تیل میں پکادیا جائے، وغیرہ(حاشية ابن عابدين ج 1 ص ٢٢٣ ،حاشية الدسوقی ج ١ ص ٥٩ ،روضة الطالبين ج 1 ص ٣٠ ،كشاف القناع ج ١ ص ١٨٨)

حنابلہ کے نزدیک پھل دار باغات کی سینچائی اگر مسلسل ناپاک پانی سے کی جائے تو ان کے پھلوں کا استعمال ناجائز ہو جاتا ہے اور ان میں نجاست کے اثرات سرایت کر جاتے ہیں، یہاں تک کہ ان کو دوبارہ پاک پانی سے اس وقت تک سیراب نہ کیا جائے کہ اس کی نجاست کا اثر ختم ہو جائے، حالانکہ الانصاف میں ابن عقیلؒ کے حوالہ سے اس کے بالمقابل اس قول پر جزم واعتماد کا اظہار کیا گیا ہے کہ پھل کا استعمال درست ہے اس لئے کہ استحالہ کی بناپر نجاست کے اثرات معدوم ہو جاتے ہیں،(الإنصاف 10 / 368 ، والمغني مع الشرح الكبير 11 / 82)

حنفیہ، مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک مذکورہ صورت میں پھل ناپاک نہیں ہوتے اور ان کا استعمال درست ہے ، (ابن عابدين 5 / 217 ، والخرشي 1 / 88 ، وتحفة المحتاج 8 / 149)

مسئلۂ جلالۃ

نجاست کی بنیاد پر ہی" جلالۃ "کا مسئلہ فقہاء کے یہاں زیر بحث آیا ہے ،احادیث میں بھی اس کی ممانعت اسی بنیاد پر آئی ہے، جلالہ ایسے جانور کو کہتے ہیں جو گندگی کھاتا ہو مثلاً مرغی اور بطخ وغیرہ، کبھی اونٹ وغیرہ بھی اس لت میں مبتلا ہو جاتے ہیں، سب کا حکم ایک ہی ہے۔(نیل الاوطار ج۸ ص۱۲۸)

متعدد روایات میں جلالہ جانور کا گوشت یا دودھ کھانے یا اس پر سواری کرنے سے منع کیا گیا ہے، جو بہت سے طرق سے منقول ہیں اور ایک دوسرے کی تائید کرتے ہیں، مثلاً:

عن ابن عمر قال : نهى رسول الله صلى الله عليه و سلم عن أكل الجلالة وألبانها قال وفي الباب عن عبد الله بن عباس قال أبو عيسى هذا حديث حسن غريب وروى الثوري عن ابن أبي نجيح عن مجاهد عن النبي صلى الله عليه و سلم مرسلاو عن ابن عباس : أن النبي صلى الله عليه و سلم نهى عن المجثمة ولبن الجلالة وعن الشرب من في السقاء قال محمد بن بشار وحدثنا ابن أبي عدي عن سعيد بن أبي عروبة عن قتادة عن عكرمة عن ابن عباس عن النبي صلى الله

عليه و سلم نحوه قال أبو عيسى هذا حديث حسن صحيح-

(الجامع الصحيح سنن الترمذي ج ۴ص۲۶۹حدیث نمبر: ۱۸۲۳،المؤلف : محمد بن عيسى أبو عيسى الترمذي السلمي الناشر : دار إحياء التراث العربي – بيروت،: سنن أبي داود ج ۳ ص ۴۱۳،حدیث نمبر :۳۷۸۹،المؤلف : أبو داود سليمان بن الأشعث السجستاني الناشر : دار الكتاب العربي ــ بيروت)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے جلالہ کا گوشت اور دودھ کھانے سے منع فرمایاہے۔

یہ روایات اس پایہ کی نہیں ہیں کہ ان سے حرمت قطعیہ ثابت ہو سکے ،چنانچہ فقہاء کے درمیان جلالہ کے حکم میں اختلاف ہے،جمہور فقہاء(حنفیہ،شافعیہ اور امام احمد ابن حنبلؒ اپنے ایک قول کے مطابق) کی رائے یہ ہے کہ اگر جلالہ کے گوشت اور پسینہ میں گندگی کے آثار ظاہر ہو چکے ہوں تو اس کا گوشت اور دودھ استعمال کرنا اور اس پر سواری کرنا مکروہ تنزیہی ہے اور اگر بدبو نہ آتی ہو تو کوئی کراہت نہیں ہے،اس لئے کہ کراہت کی بنیاد گندگی کے کھانے پر نہیں بلکہ گوشت اور دودھ میں تغیر پر ہے:

(المغني 8 / 593 ، وقليوبي 4 / 261 ، وروض الطالب 1 / 568 ، وابن عابدين 1 / 149، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع ج ۱۱ ص ۱۱۱ ،تأليف: علاء الدين أبو بكر بن

مسعود الكاساني الحنفي 587هـ دار الكتب العلمية – بيروت – لبنان الطبعة الثانية 1406هـ – 1986م)

شافعیہ کا ایک قول اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے ایک روایت یہ ہے کہ جلالہ کا گوشت اور دودھ حرام ہے۔

(الإنصاف في معرفة الراجح من الخلاف على مذهب الإمام أحمد بن حنبل ج ١٠ ص ٢٧٥ ،المؤلف : علاء الدين أبو الحسن علي بن سليمان المرداوي الدمشقي الصالحي (المتوفى : 885هـ)الناشر : دار إحياء التراث العربي بيروت ـــ لبنان الطبعة : الطبعة الأولى 1419هـ، الشرح الكبيرج ١١ ص ٩٠ المؤلف : ابن قدامة المقدسي ، عبد الرحمن بن محمد (المتوفى : 682هـ)

البتہ اگر گوشت میں بدبو نہ ہو تو حنابلہ اور شافعیہ دونوں کے نزدیک اس میں کوئی کراہت نہیں، گو کہ اس کی اکثر خوراک گندگی پر مشتمل ہو

(أسنى المطالب 1 / 568 ، المغني 8 / 593)

مالکیہ کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ جلالہ میں کوئی کراہت نہیں ہے گو کہ اس میں بدبو پیدا ہو چکی ہو،

(شرح الزرقاني 3 / 26، التاج والإكليل لمختصر خليل ج ٣ ص ٢٩٩ ،محمد بن يوسف بن أبي القاسم العبدري أبو عبد الله سنة الولادة / سنة الوفاة 897الناشر دار الفكر سنة النشر 1398مكان النشر بيروت)

بعض حضرات نے جلالہ کا مصداق اس جانور کو قرار دیا ہے جس کی اکثر خوراک نجاست ہو، لیکن فقہاء کی آراء کے مطالعہ سے صحیح بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اعتبار مدت کا نہیں گندگی کے آثار کا ہے، جب تک گندگی کے آثار ظاہر نہ ہوں حکم شرعی عائد نہ ہوگا، (المجموع ج۹ص۲۸ وغیرہ)

طریقۂ تطہیر

پھر قدرتی طور پر یہ بحث پیدا ہوئی کہ جلالہ جانور کو پاک کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ جائز خوراک چارہ وغیرہ یا کسی اور طریقہ سے بدبو ختم ہو جائے تو کراہت باقی نہ رہے گی، البتہ یہ مدت حبس کتنے دن ہوگی اس میں فقہاء میں تھوڑا سا اختلاف ہے:

حنفیہ کے یہاں اس کی تفصیل یہ ہے: مرغ کے لئے مدت حبس تین دن، بکری کے لئے چار دن اور اونٹ اور گائے کے لئے دس دن ہے (ابن عابدین 1 / 149)

شافعیہ کے یہاں اس کی تفصیل یوں ہے، مرغ کو تین یوم، بکری کو سات یوم، گائے کو تیس یوم، اور اونٹ کو چالیس یوم حبس کیا جائے گا،

(قليوبي 4 / 261)

امام احمد بن حنبل سے دو روایات ہیں، ایک روایت یہ ہے کہ کسی بھی جلالہ کے لئے مدت حبس تین دن کافی ہے، دوسری روایت یہ ہے کہ اونٹ اور گائے کے لئے مدت حبس چالیس یوم ہے (المغني 8 / 594)

جلالہ کا جوٹھا بھی مکروہ ہے، یہ تصریح حنفیہ کے یہاں ملتی ہے (ابن عابدین 1 / 149)

اسی طرح جلالہ اگر نجاست کے علاوہ کچھ نہ کھاتا ہو تو اس کی قربانی درست نہیں ہے، یہ صراحت بھی حنفیہ کے یہاں ملتی ہے۔

(ابن عابدین 5 / 207)

جلالہ کے ضمن میں فقہاء نے جو بحثیں کی ہیں ان سے نجاست کے استعمال کے نتائج اور طریقۂ تطہیر پر کافی روشنی پڑتی ہے اور دیگر مواقع پر ان سے بآسانی استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

سکر ونشہ

(۳) تیسرا اہم عنصر جو کسی چیز کی حرمت پر اثر انداز ہوتا ہے وہ ہے سکر ونشہ، نشہ کسی چیز کے استعمال سے پیدا ہونے والی اس کیفیت کو کہتے ہیں جس سے انسان کی عقل وقتی طور پر متاثر ہو جائے اور معمول کی کیفیت سے نکل جائے ،اسلام میں نشہ کی سخت ممانعت ہے، قرآن کریم نے اس کو گندگی اور شیطانی عمل قرار دیا ہے :

☆انماالخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون-(المائدۃ: ۹۰)

ترجمہ: کوئی شک نہیں کہ شراب، جوا، بت اور پانسے شیطان کے گندے کام ہیں، ان سے بچو اسی میں تمہاری کامیابی ہے۔

خمر اصطلاح میں انگوری شراب کو کہتے ہیں، لیکن اس کے حکم میں وہ تمام شرابیں داخل ہیں، جو نشہ پیدا کرے، شراب میں جمہور علماء کی رائے میں نشہ اور گندگی دونوں چیزیں ہوتی ہیں، اس لئے کہ قرآن نے اس کو رجس سے تعبیر کیا ہے(حاشیۃ ابن عابدین ج ۵ ص ۲۸۹ ،المجموع ج ۲ ص ۵۴۶ ،المغنی ج ۸ ص ۳۱۸)

احادیث میں بھی بکثرت اس کی ممانعت وارد ہوئی ہے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے:

☆ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- قَالَ « كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ وَكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ »

(الجامع الصحيح المسمى صحيح مسلم ج ٦ ص ١٠٠ حديث نمبر: ٥٣٣٧ المؤلف : أبو الحسين مسلم بن الحجاج بن مسلم القشيري النيسابوري الناشر : دار الجيل بيروت + دار الأفاق الجديدة ــ بيروت)

ترجمہ: ہر نشہ آور چیز خمر ہے، ہر نشہ آور چیز خمر ہے۔

☆حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

كل شراب أسكر فهو حرام ([صحيح البخاري ج ١ ص ٩٥ حديث نمبر: ٢٣٩ المؤلف : محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري

الجعفي الناشر : دار ابن كثير ، اليمامة – بيروت الطبعة الثالثة ، 1407 – 1987)

ترجمہ: جو شراب نشہ پیدا کرے وہ حرام ہے۔

☆حضرت عمر ابن الخطابؓ ارشاد فرماتے ہیں:

والخمر ما خامر العقل(صحیح بخاری ج4ص1688)

ترجمہ: شراب وہ ہے جو عقل کو ڈھانپ لے۔

ان نصوص سے نشہ کے تعلق سے اسلام کا تصور واشگاف ہوتا ہے، کہ ہر نشہ آور چیز ناجائز اور حرام ہے، البتہ نشہ کے تفاوت سے حکم کی شدت میں فرق آئے گا جو کتب فقہ کی معروف بحث ہے۔

نشہ آور اشیاء کا نہ خود استعمال کرنا درست ہے اور نہ اس کی خرید وفروخت اور اس کے فروغ میں کسی قسم کی مدد دینا جائز ہے،

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ –صلى الله عليه وسلم– « لَعَنَ اللَّهُ الْخَمْرَ وَشَارِبَهَا وَسَاقِيَهَا وَبَائِعَهَا وَمُبْتَاعَهَا وَعَاصِرَهَا وَمُعْتَصِرَهَا وَحَامِلَهَا وَالْمَحْمُولَةَ إِلَيْهِ۔

(: سنن أبي داود ج ٣ص ٣٦٦ حديث نمبر: ٣٦٧٦ المؤلف : أبو داود سليمان بن الأشعث السجستاني الناشر : دار الكتاب العربي ـ بيروت)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ پاک کی لعنت ہو شراب کے پینے والے پر، پلانے والے پر، بیچنے والے پر، خریدنے والے پر، نچوڑنے والے پر نچوڑنے کا کام کرانے والے پر، اس کے اٹھانے والے پر اور جس کے پاس اٹھا کر لیجایا جائے اس پر۔

البتہ شراب اگر سرکہ بن جائے تو اس کا استعمال درست ہے اور اس کی خرید و فروخت بھی جائز ہے البتہ بالارادہ شراب کو سرکہ بنانے کا عمل گناہ ہے ،لیکن اس عمل سے جو شراب سرکہ بن گئی وہ تبدل ماہیت کی بناپر حلال ہے ،شافعیہ کے یہاں بالارادہ شراب سے تیار شدہ سرکہ جائز نہیں ہے:

هذا إذَا تَخَلَّلَتْ بِنَفْسِهَا فأماإذا خَلَّلَهَاصَاحِبُهَا بِعِلَاجٍ من خَلٍّ أو مِلْحٍ أو غَيْرِهِمَا فَالتَّخْلِيلُ جَائِزٌ وَالْخَلُّ حَلَالٌ عِنْدَنَا وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ لَا يَجُوزُ التَّخْلِيلُ وَلَا يَحِلُّ الْخَلُّ (بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع ج ۵ ص ۱۱۴، علاء الدين الكاساني سنة الولادة / سنة الوفاة 587 الناشر دار الكتاب العربي سنة النشر 1982مكان النشر بيروت)

ترجمہ: یہ حکم اس وقت ہے جب کہ شراب خود بخود سرکہ بن جائے ،لیکن اگر کوئی شراب والا کسی تدبیر سے مثلاً سرکہ یا نمک وغیرہ ملا کر اس کو سرکہ بنائے تو حنفیہ کے نزدیک سرکہ بنانا جائز ہے اور اس سے حاصل شدہ سرکہ بھی حلال ہے، حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک سرکہ بنانا جائز نہیں اور وہ سرکہ بھی حلال نہیں ہے،

قابل نفرت چیزیں

(۴) کسی چیز کی حرمت میں قابل نفرت ہونا بھی کبھی مؤثر بنتا ہے، یعنی ایسی چیز جس سے طبع سلیم گھن محسوس کرے، کھانے پینے میں اس کا استعمال درست نہیں اگر چیکہ وہ فی الواقع پاک ہوں، حنفیہ کے نقطۂ نظر سے اس کی مثال بدبودار گوشت ہے، بدبودار گوشت کی حرمت ان کے نزدیک نجاست کی بناپر نہیں بلکہ امکان ضرر کی بناپر ہے، اسی طرح بدبو دار کھانا بھی حنفیہ کے نزدیک مکروہ ہے، حنفیہ نے قابل نفرت کی اصطلاح تو استعمال نہیں کی ہے، بلکہ ضرر کی اصطلاح استعمال کی ہے، لیکن بدبودار ہونے کے ضمن میں قابل نفرت کا مفہوم بھی نکلتا ہے

☆(يحرم أكل لحم أنتن) عزاه في التاترخانية إلى مشكل الآثار للطحاوي قال ح أي لأنه يضر لا لأنه نجس وأما نحو اللبن المنتن فلا يضر ذكره الشرنبلالي في شرح كراهية الوهبانية ا هـ ------ لكن في الحموي عن النهاية أن الاستحالة إلى فساد لا توجب النجاسة لا محالة ا هـ (حاشية رد المختار على الدر المختار شرح تنوير الأبصار فقه أبوحنيفةابن عابدين ج ١ ص ٣٤٩ .الناشر دار الفكر للطباعة والنشر.سنة النشر 1421هـ - 2000م.مكان النشر بيروت.)

ترجمہ: بدبودار گوشت کھانا حرام ہے، فتاویٰ تاتارخانیہ میں اس قول کی نسبت امام طحاوی کی مشکل الآثار کی طرف کی گئی ہے، اور یہ حرمت ضرر کی بناپر ہے

نہ کہ نجاست کی بناپر ،اس کے برخلاف بدبو دار دودھ نقصان دہ نہیں ہے ۔۔۔۔حموی میں النہایۃ کے حوالہ سے یہ بات کہی گئی ہے کہ کسی چیز کا خراب ہو جانا اس کی نجاست ہی کو ہر حال میں ثابت نہیں کرتا۔

☆يتغير لحمها وينتن فيكره أكله كالطعام المنتن

(بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع ج ١١ ص ١١٢ ، تأليف: علاء الدين أبو بكر بن مسعود الكاساني الحنفي 587هـ دار الكتب العلمية - بيروت - لبنان الطبعة الثانية 1406هـ - 1986م)

ترجمہ: جلالہ کے گوشت میں تغیر اور بدبو پیدا ہو جائے تو اس کا کھانا مکروہ ہے جیسے کہ بدبو دار کھانا کھانا مکروہ ہے۔

☆ ولا يلزم من حرمته نجاسته كالسم القاتل فإنه حرام مع أنه طاهر

(حاشية رد المختار على الدر المختار شرح تنوير الأبصار فقه أبو حنيفة ابن عابدين. ج ٦ص ٣٥٥،الناشر دار الفكر للطباعة والنشر.سنة النشر 1421هـ - 2000م.مكان النشر بيروت)

ترجمہ: کسی چیز کی حرمت سے اس کی نجاست لازم نہیں آتی جیسے کہ زہر قاتل پاک ہے پھر بھی حرام ہے۔

☆البتہ شافعیہ کے یہاں باقاعدہ قابل نفرت کی اصطلاح ملتی ہے،اس کی مثال ہے انسان کا لعاب دہن،ناک کا پانی،اور پسینہ وغیرہ کہ فی الواقع پاک ہونے کے باوجود ان چیزوں کا کھانا پینا حرام ہے،ان کی بہت سی کتابوں میں یہ مضمون آیا ہے :

وقوله ولا لاستقذارها خرج به نحو المخاط فإنه طاهر أيضا وحرمة تناوله لا لنجاسته بل لاستقذاره-

(حاشية إعانة الطالبين على حل ألفاظ فتح المعين لشرح قرة العين بمهمات الدين ج ١ ص ٨٢ ،أبي بكر ابن السيد محمد شطا الدمياطي الناشر دار الفكر للطباعة والنشر والتوزيع ،مكان النشر بيروت ،أسنى المطالب في شرح روض الطالب ج١ص٩ المؤلف : شيخ الإسلام / زكريا الأنصاري دار النشر : دار الكتب العلمية – بيروت – 1422 ه – 2000الطبعة:الأولى،تحقيق:د.محمد محمد تامر،نهاية المحتاج إلى شرح المنهاج ج ٢ ص ٢٦١،المؤلف : شمس الدين محمد بن أبي العباس أحمد بن حمزة شهاب الدين الرملي (المتوفى : 1004هـــ)هو شرح متن منهاج الطالبين للنووي(المتوفى 676 هـــ)

ترجمہ:"استقرازھا"کی قید سے ناک کا پانی وغیرہ نکل گیا اس لئے کہ یہ پاک ہیں اور ان کے استعمال کی حرمت نجاست کی بنا پر نہیں بلکہ تنفر طبع کی بنا پر ہے۔

☆حنابلہ کے یہاں بھی یہ تصور موجود ہے انہوں نے اس کی مثال میں جوں، پسو اور جانوروں کی لید وغیرہ کو پیش کیا ہے۔(مطالب اولی النہیٰ ج ٦ ص ٣٠٩)

ملکیت غیر

(۵) حرمت کے اسباب میں پانچواں اہم سبب یہ ہے کہ جس چیز سے کسی دوسرے شخص کی ملک متعلق ہو جائے اس کا استعمال متعلقہ شخص کی رضامندی کے بغیر جائز نہیں ہے، قرآن کریم میں ہے:

یٰا یہا الذین آمنوا لاتاکلو امولکم بینکم بالباطل الاان تکون تجارۃ عن تراض منکم (النساء :٢٩)

ترجمہ: اے ایمان والو! آپس میں اپنے اموال باطل طریق پر نہ کھاؤ، مگر باہم رضامندی سے تجارت کے طریق پر ہو۔

اس طرح مال مسروق، مال مغصوب، اور قمار، ربا یا کسی ناجائز طریق سے حاصل شدہ مال کا استعمال کرنا یا دوسرے کے ہاتھ اس کی خرید وفروخت وغیرہ بالکل حرام ہے، قرآن وحدیث میں صراحت کے ساتھ ان کی ممانعت وارد ہوئی ہے، البتہ جن شکلوں میں خود شارع نے اجازت دی ہو تو حسب اجازت دوسرے کا مال استعمال کرنے کی اجازت ہوگی ، مثلاً نگران وقف کو مال وقف سے بقدر ضرورت اپنے لئے استعمال کرنے کی اجازت ہے ،۔۔۔۔۔۔اسی طرح ولی اپنے زیر ولایت شخص کے مال سے یا مضطر مال غیر سے بقدر ضرورت استفادہ کر سکتا ہے

،اس کی شریعت نے اجازت دی ہے، لیکن مالک یا شارع کی اجازت کے بغیر کسی کے مال کا استعمال درست نہیں ہے، جیسا کہ شریعت میں معروف ہے۔

نئی غذائی شکلیں اصول بالا کے تناظر میں

یہ وہ اصولی اقدار اور بنیادی کلیات ہیں جن کی بنیاد پر کسی بھی دور کی نئی غذائی شکلوں کا حکم دریافت کیا جاسکتا ہے، مثلاً سوالنامہ میں جو صورتیں دی گئی ہیں ،مذکورہ بالا اصولوں سے ان کا حکم بھی بآسانی معلوم کیا جاسکتا ہے، سوالنامہ میں غذائی پیداوار میں اضافہ ،دودھ دینے والے جانوروں کے دودھ میں اضافہ ، قبل ازوقت پھلوں کو پکانے یا غذائی تحفظ وغیرہ کے تعلق سے پانچ سوالات اٹھائے گئے ہیں جو موجودہ غذائی نظام میں بکثرت رائج ہیں، ان میں سے کوئی صورت راست ضرر کی نہیں ہیں اور نہ ان کو حقیقی طور پر تعاون علی العدوان کہاجاسکتا ہے، اس لئے کہ سوال میں مذکور تمام تدابیر بظاہر نیک اغراض کے تحت انجام دی جاتی ہیں اور طریقۂ کار میں بھی میں بظاہر کسی کا ضرر پیش نظر نہیں ہوتا، جو نقصانات پیدا ہوتے ہیں وہ عمل سے نہیں رد عمل سے تعلق رکھتے ہیں، جیسا کہ علاج کے باب میں بہت سی انگریزی دواؤں کا سائڈ ایفیکٹ ہوتا ہے، ظاہر ہے کہ سائڈ ایفیکٹ اختیار اور عمل سے نہیں بلکہ رد عمل سے بے اختیار طور پر ظہور پذیر ہوتا ہے، اور حکم شرعی کو کسی غیر اختیاری رد عمل سے متعلق تو نہیں کیا جاسکتا، لایکلف اللہ نفساً الا وسعہا ،یہ تمام صورتیں زیادہ سے زیادہ اسباب مضرت کی ہیں اور اسباب قریبہ

نہیں بلکہ اسباب بعیدہ ،اس لئے کہ انسانی عمل کے فوری بعد نقصانات کا ظہور نہیں ہوتا بلکہ درمیان میں کئی واسطوں کے بعد ان کا ظہور ہوتا ہے ،اس لئے اگر ان اعمال سے واقعی نقصانات ظاہر ہوتے ہیں جیسا کہ سوالنامہ میں پیش کیا گیا ہے اور معتبر اور ماہر اطباء کی ایک جماعت نے ان کی توثیق کی ہو (محض بعض اطباء کا کسی بات کا دعویٰ قابل قبول نہیں ہے جب تک کہ دیگر معتبر طبی ذرائع سے اس کی توثیق نہیں ہو جاتی)تو ان کو زیادہ سے زیادہ اسباب بعیدہ کے زمرہ میں داخل کیا جائے گا اور کراہت تنزیہی کا حکم ان پر عائد ہو گا،

☆علاوہ ازیں جس طرح انسان کے جسمانی تحفظ اور بقائے صحت کے لئے غذا کے ساتھ دواؤں کی ضرورت پڑتی ہے ،اور اسی ضرورت کی بنا پر بعض حرام یا زہر یلے مادوں سے بھی علاج کی فقہاء نے اجازت دی ہے ،جو کتب فقہ میں معروف ہے۔(دیکھئے: حاشية ابن عابدين 4 / 113 ، 215 ، وحاشية الدسوقي 4 / 353 ، 354 ، والفواكه الدواني 2 / 441 ، وحواشي الشرواني وابن القاسم على التحفة 9 / 170 ، وقليوبي وعميرة 3 / 203 ، وكشاف القناع 2 / 76 ، 6 / 116 ، 200 ، والإنصاف 2 / 463 ، 464 ، والفروع 2 / 165 وما بعدها .)

اسی طرح انسانی غذاؤں کے تحفظ واستحکام کے لئے تدبیر اور طریقۂ علاج کی ضرورت ہوتی ہے ،غذاؤں کے پیداواری نظام میں جو تدابیر بھی کی جارہی ہیں وہ اس کے تحفظ ،ترقی اور بقا کے نام پر ،کہ ایسا نہ کیا جائے گا تو پیداواری نظام حد سے

زیادہ کمزور ہو جائے گا،اشیاء کا تحفظ نہ ہو پائے گا،دور دراز لوگوں تک غذائی چیزیں نہ پہونچ پائیں گی وغیرہ ،تو جس طرح انسانی علاج سے ہونے والے ضمنی نقصانات قابل تحمل ہیں ،اسی طرح غذائی نظام کے تحفظ سے ہونے والے ضمنی نقصانات گوارا کئے جائیں گے۔

البتہ اس سے ان صورتوں کا استثنا ہو گا جن میں واقعی کسی تحفظ وعلاج کی ضرورت سے نہیں بلکہ محض پیداواری بھوک اور تجارتی ہوس کے تحت غذائی اشیاء کے ساتھ تکنیکی عمل کیا جائے ،تو اس کی حوصلہ افزائی نہیں کی جاسکتی ،مگر چونکہ ان کا تعلق براہ راست عمل سے نہیں ہے اس لئے ان کو ناجائز بھی نہیں کہا جاسکتا ،بلکہ مکروہ کہا جائے گا اور اگر مضرت اجتماعی ہو تو مکروہ تحریمی ورنہ مکروہ تنزیہی قرار دیا جائے گا، ذیل میں ان صورتوں کا ہم الگ الگ ذکر کرتے ہیں:

چند اہم مسائل

زہریلی کھاد کا استعمال

پیداوار بڑھانے کے لئے زمین میں ایسی کھاد استعمال کی جاتی ہے ،جس میں بہت زیادہ سمیت ہوتی ہے ،یہاں تک کہ اگر انسان اس کو اصل حالت میں کھالے تو عجب نہیں کہ اس کی موت واقع ہو جائے ،یہ سمیت زمین کے واسطہ سے پودوں میں شامل ہوتی ہے،اسی طرح بعض دواؤں کا پھلوں پر چھڑکاؤ کیا جاتا ہے، تا کہ وہ کیڑوں سے محفوظ رہے ،اگر کیڑے اس پر لگ جائیں تو مر جاتے ہیں ،ان

دواؤں کی سمیت کا اثر پھل میں بھی پہونچتا ہے، پھر ان پھلوں کے کھانے والے متاثر ہوتے ہیں، اور وہ بتدریج بہت سی بیماریوں میں مبتلا ہوتے ہیں، کیا پیداوار میں اضافہ اور پھلوں کو بچانے کے لئے ایسے زہر آلود مادوں کا استعمال کرنا جائز ہے؟

ظاہر ہے کہ یہ ایک طریقۂ علاج ہے جس کی بضرورت اجازت دی جائے گی، نقصانات کے لئے ان کی حیثیت زیادہ سے زیادہ سبب بعید کی ہے، اس لئے اس پر مکروہ تنزیہی کا حکم عائد کیا جائے گا اور اگر واقعی ضرورت کے لئے نہ ہو تو اخلاقی طور پر اس کی حوصلہ شکنی کی جائے گی، البتہ اجتماعی نقصانات کی صورت میں حکومت اس پر پابندی عائد کرسکتی ہے، جو طبی مفادات کے تحت اس کا حق ہے۔

پھلوں کے لئے زہریلے کیمیکل کا استعمال

پھلوں کو پکانے کے لئے ایسے کیمیکل استعمال کئے جاتے ہیں کہ وقت سے پہلے پھل پک جائیں یا وہ دیکھنے میں خوشنما نظر آئیں، بعض اوقات انجکشن دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ تیزی سے پک جاتا ہے اور ایک درجہ میں اس سے مٹھاس بھی پیدا ہوجاتی ہے، نیز کاٹنے کے بعد وہ پھل اس طرح نظر آتا ہے جیسا کہ فطری طور پر پکی ہوئی حالت میں ہوتا ہے، میڈیکل ماہرین کا خیال ہے کہ قبل ازوقت پھل پکانے یا استعمال کئے جانے والے کیمیکل انسانی صحت کے لئے حد درجہ نقصان دہ ہیں تو کیا پھلوں کو جلد از جلد پکانے کے لئے یا کسی ترکاری کا حجم بڑھانے یا جلد تیار کرنے کے لئے ایسی زہریلی دواؤں کا استعمال جائز ہے؟

یہ بھی ایک طریقۂ علاج ہی ہے اور سبب بعید ہی کی صورت ہے ،البتہ انجکشن اگر سیدھے پھل میں دیا جائے ،تو اس کے اثرات نسبتاً زیادہ قریبی طور پر کھانے والے تک پہونچیں گے ،اس لئے اس کو سدالباب سبب بعید سے اوپر سبب قریب موصل الی الشر کے زمرہ میں داخل کیا جائے گا اور مکروہ تحریمی قرار دیا جائے گا۔

دودھ بڑھانے والے انجکشن

دودھ دینے والے حلال جانوروں کے دودھ کی مقدار میں اضافہ کرنے اور اگر جانور نے فطری ہور پر دودھ دینا بند کر دیا ہو تو مصنوعی طور پر دودھ جاری کرنے کے لئے خاص قسم کے انجکشن لگائے جاتے ہیں ،اس سے دودھ کی مقدار میں نمایاں اضافہ ہو جاتا ہے ،لیکن بعض اطباء کا خیال ہے کہ یہ دودھ انسانی صحت کے لئے مضر ہے ،کیونکہ جو چیز غیر فطری طور پر پیدا کی جاتی ہے عام طور پر وہ انسان کے لئے نقصان دہ ہوتی ہے ،تو کیا دودھ میں اضافہ کے لئے ایسی تدبیروں کا استعمال کرنا جائز ہو گا؟

اگر یہ صرف چند اطباء کا خیال نہ ہو بلکہ دیگر معتبر اور ماہر اطباء بھی اس کی تائید کرتے ہوں ،نیز یہ محض قیاس سے نہیں بلکہ عملی تجربوں سے ثابت ہو ،تو نقصان کی شدت کے لحاظ سے ان پر حکم لگایا جائے گا ،اگر دودھ میں سمیت کے اثرات پیدا ہو چکے ہوں اور میڈیکل جانچ سے اس کی تصدیق ہوتی ہو تو اس کو ناجائز

قرار دیا جائے گا، لیکن اگر دودھ میں سمیت پیدا نہ ہوئی ہو بلکہ اس سے بتدریج نقصانات رونما ہوتے ہوں تو یہ مکروہ تنزیہی قرار پائے گا۔

جانوروں کو فربہ کرنے کے لئے دواؤں کا استعمال

بعض جانوروں کو فربہ کرنے کے لئے دواؤں کا بھی استعمال ہوتا ہے اور غذاؤں کا بھی، جیسے پولٹری فارم میں پیدا ہونے والے بچوں کو تیزی سے بڑھانے کے لئے ،اس سے ان کو دوہرا فائدہ ہوتا ہے ،ایک گوشت کی مقدار میں اضافہ ،دوسرے کم مدت میں پرورش کی ذمہ داری سے فراغت ،مرغی وغیرہ کی اصل غذا نباتات ہے، مچھلیاں پانی کے اندر پائے جانے والے نباتات یا چھوٹے آبی جانوروں سے اپنی غذائی ضرورت پوری کرتے ہیں، لیکن اب ایسا بھی ہوتا ہے کہ ان کے لئے جو غذا تیار کی جاتی ہے ،اس میں ایسے جانوروں کے بھی اجزاء شامل کر دیئے جاتے ہیں جو تیزی سے وزن کو بڑھا دیں،بتایا جاتا ہے کہ خنزیر کی چربی اس کام کے لئے بہت مفید اور مؤثر سمجھی جاتی ہے اور آج کل بعض مغربی ملکوں سے مرغی اور مچھلی کے لئے جو خوراک سپلائی کی جاتی ہے،اس میں یہ اجزاء شامل کئے جاتے ہیں،سوال یہ ہے کہ:

الف: کیا جانوروں کو گوشت کی مقدار بڑھانے کے لئے ایسی غذائیں دی جاسکتی ہیں؟

اگر یہ خیال درست ہو کہ جانوروں کی خوراک میں خنزیر کی چربی شامل کی جاتی ہے، معتبر اور محقق ذرائع سے ثابت ہو، محض افواہ نہ ہو،(جیسا کہ سوال کے

انداز سے ظاہر ہوتا ہے) نیز کیمیکل تحلیل کے بعد بھی اس ناپاک جزو کا وجود فنا نہ ہوا ہو تو وہ خوراک ناجائز ہے اور محض گوشت کے اضافہ کے لئے کسی حلال جانور کو وہ خوراک دینا درست نہیں ہے، البتہ اگر کسی حیوانی ناجائز عنصر کا شامل کیا جانا معتبر ذرائع سے ثابت نہ ہو، یا کیمیکل تجزیہ کے بعد اس کا اپنا وجود فنا ہو چکا ہو تو قلب ماہیت کی بنا پر اس خوراک کو ناجائز نہیں کہا جائے گا، اور حلال جانوروں کو وہ خوراک دینا درست ہو گا،

علاج کے نقطۂ نظر سے حلال جانور کو ناجائز خوراک دینا بھی درست ہے۔

ب: اگر کسی حلال جانور کو یہ غذا کھلائی گئی تو اب اس کا گوشت پہلے کی طرح حلال ہے یا حرام غذا کی وجہ سے اس میں حرمت یا کراہت پیدا ہو جائے گی؟

کسی حلال جانور کو ناجائز غذا کھلانے سے گوشت میں کوئی حرمت یا کراہت پیدا نہیں ہوتی، جب تک کہ گوشت میں اس کے اثرات نمایاں نہ ہوں، اگر جانور کے گوشت، پسینہ یا دودھ میں ناجائز غذا کے اثرات واقعتاً پیدا ہو جائیں اور محسوس ہوں تو جمہور فقہاء (حنفیہ، شافعیہ اور امام احمد بن حنبلؒ ایک قول کے مطابق) کے نزدیک ایسے جانور کا گوشت یا دودھ استعمال کرنا مکروہ تنزیہی ہے، مالکیہ کے نزدیک اس صورت میں بھی کوئی کراہت نہیں ہے، تفصیل پیچھے مقالہ میں گذر چکی ہے۔

غذائی مصنوعات میں مضر صحت اشیاء کا استعمال

اگر غذائی مصنوعات میں مضر صحت اشیاء کا استعمال کیا جائے تو اس عمل کا

کیا حکم ہو گا؟ یہ ممانعت کس درجہ کی ہو گی ؟ حرام ہو گی یا مکروہ ؟ اسی طرح ایسی چیزوں کے خریدنے، خود کھانے اور دوسروں کو کھلانے کا کیا حکم ہو گا؟

یہ کوئی نیا سوال نہیں ہے،اس کا جواب پچھلے جوابات میں گذر چکا ہے ،جس کا حاصل یہ ہے کہ:

☆غذائی مصنوعات میں مضر صحت اشیا کا استعمال اگر ان کے تحفظ وبقا کی ضرورت سے کیا جائے اور یہ استعمال براہ راست انسانی صحت کو نقصان نہ پہونچائے بلکہ نقصان بالواسطہ طور پر پہونچے ،تو اس استعمال میں مضائقہ نہیں،اس کا خود خریدنا اور کھانا بھی جائزاور دوسروں کو کھلانا بھی جائز ہے،

☆البتہ محض تجارتی فوائد اور مادی مقاصد کے تحت مضر صحت اشیاء کا استعمال مکروہ ہے،بشر طیکہ انسانی صحت کو اس کا نقصان براہ راست نہ پہونچے،اس صورت میں ایسی چیزوں کا خود بھی استعمال کرنا درست ہے اور دوسروں کو کرانا بھی،البتہ بچنا بہتر ہے۔

☆براہ راست نقصان پہونچنے کی صورت میں اس عمل کو ناجائز قرار دیا جائے گا،نہ اس کو خود استعمال کرنا درست ہو گا اور نہ دوسروں کو دینا درست ہو گا ،ھذا ماعندی واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اتم واحکم۔

بسم الله الرحمن الرحیم

حلال سرٹیفیکٹ جاری کرنے والے ادارے

معیار اور شرائط

موجودہ غذائی نظام میں جبکہ ساری دنیا سمٹ کر خوان واحد میں تبدیل ہوچکی ہے اور دنیا کی ہر شے ہر مقام پر پہونچنے لگی ہے،،بہت سی نئ چیزیں جن کا پہلے تصور بھی نہیں تھا آج وہ ضرورت کا درجہ اختیار کرچکی ہیں ،انہی میں حلال سرٹیفیکٹ جاری کرنے والے ادارے بھی ہیں، آج ایسی غذائیں تیار ہورہی ہیں جن میں مختلف جانوروں کے لحمی اجزاء بھی شامل ہوتے ہیں، جن سے صحت وطاقت کے مختلف فوائد حاصل کئے جاتے ہیں اور وہ غذائیں بآسانی روئے زمین کے ہر حصے میں پہونچ رہے ہیں،اس لئے ایسے اداروں کی شدید ضرورت ہے جو تحقیق کے بعد اس کے حلال ہونے کی سند جاری کریں اور مسلمان ان پر اعتماد کرتے ہوئے ان غذائی مصنوعات سے استفادہ کریں،

ضرورت وافادیت

☆ایسے اداروں کی آج ہر علاقے میں ضرورت ہے جہاں غذائی مصنوعات تیار ہوتی ہوں اور لحمی اجزاء کی شمولیت کی بناپران کے لئے حلال سرٹیفیکٹ کی ضرورت ہو،ہر ادارہ مقامی سرگرمیوں پر نگاہ رکھے،اور پوری دیانت وباخبری کے ساتھ ان کی رپورٹ تیار کرے۔

ادارتی بورڈ

☆ادارہ ایسے افراد پر مشتمل ہو جن میں علم شریعت کے ماہرین بھی ہوں ،علم الحیوانات کے فضلاء بھی ہوں،جدید ذرائع ووسائل سے واقف فنی ماہرین بھی

ہوں ،جو صورت مسئلہ کو بھی بخوبی سمجھتے ہوں ، معاملہ کی نزاکت سے بھی آگاہ ہوں اور دیانت وتقویٰ کے بھی حامل ہوں ۔

غیر مسلم کی خبر قابل قبول ہے یا نہیں

☆غذائی مصنوعات کے سلسلے میں اصولی طور پر صرف دیندار مسلمانوں کی خبروں پر ہی اعتماد کیا جاسکتا ہے،اس لئے کہ یہ مسئلہ حلت وحرمت کا ہے،اور دیانات کے باب میں غیر مسلم کی خبر قابل قبول نہیں ہے،خواہ وہ ذاتی طور پر کتنا ہی معتبر ہو،البتہ اس کی خبر معاملات میں قابل قبول ہوگی،اس لئے کہ بکثرت اس کی ضرورت پڑتی ہے،فقہاء نے اس کی صراحت کی ہے:

وَلِأَنَّ الْحِلَّ وَالْحُرْمَةَ من الدِّيَانَاتِ , وَلَا يُقْبَلُ قَوْلُ الْكَافِرِ في الدِّيَانَاتِ,وَإِنَّمَا يُقْبَلُ قَوْلُهُ في الْمُعَامَلَاتِ خَاصَّةً لِلضَّرُورَةِ ,وَالْحَاجَةُ مَاسَّةٌ إلَى قَبُولِ قَوْلِهِ لِكَثْرَةِ وُقُوعِ الْمُعَامَلَاتِ---------------

(تبين الحقائق شرح كنز الدقائق ج ٦ص ١٢،فخر الدين عثمان بن علي الزيلعي الحنفي.الناشر دار الكتب الإسلامي.سنة النشر 1313هــ.مكان النشر القاهرة.، البحر الرائق شرح كنز الدقائق ج ٨ ص ٢١٢ ،زين الدين ابن نجيم الحنفي سنة الولادة 926هـــ/ سنة الوفاة 970هـــ الناشر دار المعرفة مكان النشر بيروت، مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر ج ٤ص ١٨٨،عبد الرحمن بن محمد بن سليمان الكليبولي المدعو بشيخي زاده سنة الولادة / سنة الوفاة 1078هــ

تحقيق خرج آياته وأحاديثه خليل عمران المنصور الناشر دار الكتب العلمية سنة النشر 1419هـ - 1998م مكان النشر لبنان/ بيروت،)

ترجمہ: حلت وحرمت دیانات کے قبیل سے ہے، اور دیانات میں کافر کا قول قابل قبول نہیں ہے، اس کا قول خاص طور سے معاملات میں قابل قبول ہے اس لئے کہ معاملات میں اس کی بہت ضرورت ہے۔

البتہ ضمنی طور پر کسی غیر مسلم صاحب علم وفہم کی خدمات حاصل کی جائیں اور کوئی دیندار مسلمان اس فن میں میسر نہ ہو، تو وقتی طور پر ثانوی درجہ کا ملازم اس کو رکھا جاسکتا ہے جس میں بنیادی فیصلہ کا اختیار دیندار مسلمانوں کو ہی حاصل رہے، اس لئے کہ فقہاء نے غیر مسلم کی ایسی خبروں کو قابل قبول قرار دیا ہے جو گو دیگر معاملہ سے متعلق ہو لیکن اس سے ضمناً حلت وحرمت کا بھی ثبوت ہوتا ہو ،متعدد کتب فقہیہ میں یہ جزئیہ موجود ہے:

وَلَا يُقْبَلُ فِي الدِّيَانَاتِ لِعَدَمِ الْحَاجَةِ إلَّا إذَا كان قَبُولُهُ فِي الْمُعَامَلَاتِ يَتَضَمَّنُ قَبُولَهُ فِي الدِّيَانَاتِ فَحِ ينَئِذٍ تَدْخُلُ الدِّيَانَاتُ فِي ضِمنَ الْمُعَامَلَاتِ فَيُقْبَلُ قَوْلُهُ فيها ضَرُورَةً , وَكَمْ من شَيْءٍ يَصِحُّ ضِمْنًا , وَإِنْ لم يَصِحَّ قَصْدًا أَلَا تَرَى أَنَّ بَيْعَ الشُّرْبِ وَحْدَهُ لَا يَجُوزُ , وَتَبَعًا لِلْأَرْضِ يَجُوزُ فَكَذَا هُنَا يَدْخُلُ حتى إذَا كان له خَادِمٌ أو أَجِيرٌ مَجُوسِيٌّ فَأَرْسَلَهُ لِيَشْتَرِيَ له لَحْمًا فقال اشْتَرَيْته من يَهُودِيٍّ أو نَصْرَانِيٍّ أو مُسْلِمٍ وَسِعَهُ أَكْلُهُ , وَإِنْ قال اشْتَرَيْته من مَجُوسِيٍّ لَا يَسَعُهُ

أَكْلُهُ لِأَنَّهُ لَمَّا قَبِلَ فِي حَقِّ الشِّرَاءِ منه لَزِمَهُ قَبُولُهُ فِي حَقِّ الْحِلِّ وَالْحُرْمَةِ ضَرُورَةً لِمَا ذَكَرْنَا , وَإِنْ كان لَا يُقْبَلُ قَوْلُهُ فيه قَصْدًا بِأَنْ قال هذا حَلَالٌ , وَهَذَا حَرَامٌ .

(تبين الحقائق شرح كنز الدقائق ج ٦ ص ١٢ ،فخر الدين عثمان بن علي الزيلعي الحنفي.الناشر دار الكتب الإسلامي.سنة النشر 1313هـ.مكان النشر القاهرة.)

ترجمہ: دیانات میں غیر مسلم کی خبر قبول نہیں کی جائے گی اس لئے کہ اس کی ضرورت نہیں ہے، البتہ معاملات کے ضمن میں دیانات کی کوئی صورت داخل ہو تو اس میں بوجہ ضرورت اس کی خبر قبول کی جائے گی، کیونکہ کتنی ہی چیزیں ضمناً صحیح ہوتی ہیں اور اصالۃً صحیح نہیں ہوتیں، مثلاً تنہا حق شرب کی بیع جائز نہیں ہے لیکن زمین کے تابع ہو کر جائز ہے، اسی طرح یہاں پر اگر کسی کے پاس غیر مسلم خادم یا مزدور ہو اور وہ اس کو گوشت خریدنے کے لئے بھیجے اور وہ کہے کہ میں نے یہودی یا نصرانی یا مسلمان سے خریدا ہے تو اس کے لئے کھانے کی گنجائش ہے، اور اگر کہے کہ میں نے مجوسی سے خریدا ہے تو اس کے لئے وہ گوشت کھانا جائز نہ ہوگا، اس لئے کہ جب خرید کے معاملے میں اس کی بات قبول کی گئی تو حلت و حرمت کے حق میں بھی ضرورتاً اس کی بات قبول کی جائے گی، جبکہ اصالتاً اگر وہ یہ کہتا کہ یہ حلال ہے یا یہ حرام ہے تو اس کی بات قبول نہیں کی جاسکتی تھی۔

مشینوں سے حاصل شدہ معلومات

☆ب: مشینی آلات کے ذریعہ اس سلسلے میں جو معلومات حاصل ہوں ،وہ اگر قابل قبول ، قابل اعتماد ،دیندار مسلمان ہاتھوں میں ہو یا کم ازکم ان کا مرکزی کردار مسلمان ہوں تو یہ معلومات قابل قبول ہونگی ،خواہ وہ ادارہ کی اپنی لیبارٹی سے حاصل ہوئی ہوں یا دوسری مسلم لیبارٹری سے ،اس لئے کہ فقہاء نے یقینی قرائن کے ذریعہ حاصل شدہ معلومات کا اعتبار کیا ہے اور اسباب حکم میں سے اسے ایک سبب تسلیم کیا ہے ،یہاں تو صرف خبر کا معاملہ ہے فقہاء نے حدود وقصاص کے ضمن میں بھی قرائن قطعیہ سے استفادہ کرنے کی اجازت دی ہے ، متعدد فقہی کتابوں میں یہ جزئیہ موجود ہے ،

)مادة 1740 أحدأسباب الحكم 1786 القرينة القاطعة أيضامادة 1741 القرينة القاطعة هي الأمارة البالغة حد اليقين مثلا إذا خرج أحد من دار خالية خائفا مدهوشا وفي يده سكين ملوثة بالدم فدخل في الدار ورؤي فيها شخص مذبوح في ذلك الوقت فلا يشتبه في كونه قاتل ذلك الشخص ولا يلتفت إلى الاحتمالات الوهمية الصرفة كأن يكون الشخص المذكور ربما قتل نفسه راجع مادة 74 أنظر أيضا المادتين 4 و 72 & الباب الثالث في بيان التحليف 1681 و 1742 1752 ۔

)مجلة الأحكام العدلية ج١ ص ٣٥٣ جمعية المجلة تحقيق نجيب هواويني الناشر كارخانه تجارت كتب،درر الحكام شرح مجلة الأحكام

ج 4 ص 431 علي حيدرتحقيق تعريب: المحامي فهمي الحسيني الناشر دار الكتب العلميةمكان النشر لبنان / بيروت ،حاشية رد المختار على الدر المختار شرح تنوير الأبصار فقه أبو حنيفة ج 5 ص 354ابن عابدين.الناشر دار الفكر للطباعة والنشر.سنة النشر 1421هـ - 2000م مكان النشر بيروت.البحر الرائق شرح كنز الدقائق ج 7 ص 205 زين الدين ابن نجيم الحنفي سنة الولادة 926هـ/ سنة الوفاة 970هـ الناشر دار المعرفة مكان النشر بيروت)

ترجمہ: اسباب حکم میں ایک قرینۂ قاطعہ بھی ہے، قرینۂ قاطعہ سے مراد ایسی واضح علامات ہیں جن سے انسان حد یقین تک پہونچ جائے، مثلاً کوئی شخص خالی مکان سے گھبرایاہوابرآمد ہو، جس کے ہاتھ میں ایک خون آلود چھری ہو، اور اس گھر میں جاکر دیکھا گیاتو وہاں کوئی مقتول شخص پڑا ہے، ظاہر ہے کہ اس شخص کے قاتل ہونے میں کیاشبہ ہوسکتاہے، اس صورت میں ان وہمی احتمالات پر توجہ نہیں دی جائے گی کہ شاید اس شخص نے خودکشی کی ہو وغیرہ۔۔۔

موجودہ دور میں مشینوں سے جو معلومات حاصل ہوتی ہیں وہ کسی درجہ میں عہد قدیم کے ان قرائن اور امارات سے کمتر نہیں ہیں جن کا فقہاء نے اپنی کتابوں میں ذکر کیاہے، بلکہ ان سے بدرجہا بہتر ہیں، اس لئے موجودہ دور میں مشینی ذرائع کو بھی ایک سبب حکم کا درجہ دیا جاسکتاہے، ھٰذا ماعندی واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اتم واحکم۔ اختر امام عادل قاسمی، ۳۰/ محرم الحرام ۱۴۳۶ھ م ۲۵ /نومبر ۲۰۱۴ء